رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے عامۂ ناس

حاضر باشد یا بادی ✤ و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر

مقاصد و مبادی ✤ پس اتباعاً للنص المذکور ایں صحیفۂ شہریہ کہ مسمیٰ ست بہ مسمیٰ مشہور

مسمّٰی بلقب

الہادی

نمبر ۶	بابت ماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۴۵ھ	جلد ۳

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب و حاوی و مذکر ست در ہر مجلس و محفل و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی ✤ بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل اشتباہات و کلید مثنوی و تشرف و امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ✤ باہتمام محمد عثمان عامی ✤ در ادارہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ ... دہلی ... میگردد

ھذا التنبیہ العام ماخوذ من الحدیث اقض بیننا بکتاب اللہ وقضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت شوال المکرم ۱۳۴۵ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی سے شایع ہوتا ہے

اُصول و مقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمۃ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ معین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے رسالہ معہ ٹائیٹل تین جز کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے۔ (عہ)

(۴) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں۔ جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے دو روپے دس آنہ کا وی پی روانہ ہوگا جیسر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاک خانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنہ کا وی پی پہنچیگا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی ۱۳۴۵ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے۔

اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم درکار ہو طلب فرما دیں مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک ۸۔

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ "الہادی" دہلی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز کو عمداً (جان بوجھکر) چھوڑ دے وہ کھلم کھلا کافر ہوگیا اسکو طبرانی نے اوسط میں ایسی سند سے روایت کیا ہے جسمین کچھ مضائقہ نہیں اور اسکو محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ مین ان لفظون سے روایت کیا۔ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ بندہ کے اور کفر یا شرک کے درمیان نماز کا چھوڑنا ہے جب وہ نماز کو چھوڑ دیتا ہے کافر ہو جاتا ہے اور اسکو ابن ماجہ نے یزید رقاشی سے انس ابن مالکؓ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے (ان الفاظ سے) روایت کیا ہے کہ بندہ کے اور شرک کے درمیان ترک صلوٰۃ کے سوا کچھ نہیں جب وہ نماز کو چھوڑ دے تو مشرک ہو جائیگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حماد بن زید کہتے ہیں کہ میرے علم میں یہ روایت مرفوع ہی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کے (مضبوط) حلقے اور دین کی بنیاد تین چیزین ہیں جن پر اسلام کی اساس (قائم) ہے جو ان میں سے ایک کو بھی چھوڑ دے تو وہ اسکی وجہ سے کافر مباح الدم ہو جائے گا۔ شہادۃ ان لا الہ الا اللہ اور نماز فرض اور رمضان کا روزہ اسکو ابو یعلی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اور اسکو سعید بن زید برادر حماد بن زید نے عمرو بن مالک نکری سے ابو الجوزاء سے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے اسکے یہ الفاظ ہیں کہ جو کوئی ان میں سے ایک کو بھی چھوڑ دے وہ خدا کے ساتھ کفر کرنے والا ہے اس سے کوئی نفل و فرض قبول نہ ہوگا اور اسکا خون اور مال حلال ہے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے تو کوئی ایسا عمل بتادیجئے کہ جب میں اسے کرون تو (میں گویا) میں جنت میں پہنچ ہی گیا آپ نے فرمایا کہ (ان تین امور پر کاربند ہو جاؤ اول تو) اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ کرو اگرچہ تمہیں کوئی کیسی ہی تکلیف دے بلکہ چاہے جلا بھی دے (دوسرے) اپنے والدین کی اطاعت کرنا اگرچہ وہ تمہارے (ذاتی) مال بلکہ اور تمہاری ہر چیز سے بھی تمہیں بے دخل کر دین (تیسرے) نماز کبھی نہ چھوڑنا جان بوجھکر کیونکہ جس نے جان بوجھکر نماز چھوڑ دی اس سے خدا بری الذمہ

۲۲۳

(اور بیزار) ہو جاتے ہیں (بھلا پھر اس کا کہاں ٹھکانا ہو گا) یہ حدیث طبرانی نے (اپنی کتاب) اوسط میں روایت کی ہے اور اسکی سند میں متابعت کی رو سے کوئی نقص نہیں ہے (متابعت ایک قسم کے اتفاق رواۃ کو کہتے ہیں)

انہیں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی تھی (۱) فرمایا تھا کہ اللہ کے ساتھ کسیکو شریک نہ ٹھیرانا اگرچہ تمہیں (شرک کرانے پر) کوئی قتل کردے اور جلا دے (۲) اور اپنے والدین کی کبھی نافرمانی نہ کرنا اگرچہ وہ تم سے یہ کہیں کہ تم اپنے بیوی بچون اور مال دولت کو چھوڑ کر نکل جاؤ (۳) اور فرض نماز قصداً کبھی نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے فرض نماز قصداً چھوڑدی اس سے خدا بری الذمہ (اور بیزار) ہو جاتا ہے (۴) اور شراب (وغیرہ نشہ کی چیز) کبھی نہ پینا اسلئے کہ یہ کل بدافعالیوں کی بیخ و بنیاد ہے (۵) اور اپنے آپ کو معصیت (الہی) سے بچاتے رہنا کیونکہ معصیت سے قہر الہی نازل ہو جاتا ہے (۶) اور جہاد میں بھاگنے سے اپنے کو بچانا اگرچہ (وہاں کے موجودہ) سب ہی آدمی شہید ہو جائیں (۷) اور اگر کہیں آدمیون میں وبا پھیل جائے تو تم وہیں رہنا (موت سے ڈر کر وہاں سے بھاگ نہ جانا) (۸) اور اپنے حسب استطاعت اپنے بیوی بچون پر خرچ کرتے رہنا (۹) اور ادب کی لاٹھی ان سے نہ ہٹا لینا (۱۰) اور اللہ (کے احکام ادا کرنے) میں انھیں خوف دلاتے رہنا یہ حدیث امام احمد نے (اپنی کتاب میں) اور طبرانی نے (اپنی) کبیر میں روایت کی ہے۔ امام احمد کی سند صحیح ہے اگر انقطاع سے محفوظ ہو کیونکہ عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر (جو اسکی سند مین ایک راوی ہیں (ان) کی معاذ بن جبل سے سماعت ثابت نہیں (اس وجہ سے انقطاع کا احتمال ہے)

بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں حضور نے یون فرمایا تھا کہ ابر کے دن نماز سویرے (اول وقت) پڑھ لیا کرو (ایسا نہ ہو کہ وقت گذرنے سے نماز رہ جائے) کیونکہ جس نے نماز چھوڑ دی (گویا) وہ کافر ہو گیا (اسلئے کہ نماز کا چھوڑنا علامت کفر ہے) یہ حدیث ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔

امیمہ آزاد کردہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ

۲۳۴

میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہی تھی کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اس نے عرض کیا کہ حضور مجھے کچھ وصیت (نصیحت) فرمایئے آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کے ساتھ کبھی کسیکو شریک نہ کرنا اگرچہ (اسپر) تمہیں کوئی آگ میں جلا دے اور چاہے تمہارے ٹکڑے بھی کر دے اور اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا اگر وہ تم سے یہ بھی کہیں کہ تم اپنے اہل و عیال اور دنیاوی مال و متاع کو چھوڑ کر نکل جاؤ تو فوراً نکل جانا (انکا کہنا نہ ٹالنا) اور شراب کبھی نہ پینا کیونکہ یہ کل بد افعالیوں کی کنجی ہے اور فرض نماز جان بوجھکر کبھی نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے ایسا کیا اس سے اللہ اور اللہ کا رسول دونوں بری الذمہ اور بیزار ہیں یہ حدیث طبرانی نے روایت کی ہے اسکی سند میں (ایک راوی) یزید بن سنان رہاوی ہیں جو شاید کچھ مجروح ہیں۔

زیاد بن نعیم حضرمی سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اسلام میں اللہ میاں نے چار چیزیں فرض فرمائی ہیں ان چار میں سے جس نے تین ادا کیں تو یہ تین کا ادا کرنا اسے کچھ فائدہ نہیں دیگا یہانتک کہ چاروں ہی کو ادا نہ کرے (وہ چار چیزیں یہ ہیں) نماز زکوۃ رمضان شریف کے روزے اور بیت اللہ کا حج کرنا (بشرط استطاعت) یہ حدیث امام احمد نے مرسل روایت کی ہے۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یکے بعد دیگرے اسلام کے سب ہی عماد توڑ دیئے جائینگے جب ایک ٹوٹے گا تو لوگ دوسرے کے سر ہو جائیں گے ان میں سے پہلے تو حاکم (وقت) کے حکم کو توڑنا ہوگا اور سب سے آخر میں نماز کو کھونا۔ یہ حدیث ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس نے جان بوجھکر نماز چھوڑ دی اسکے سارے ہی عمل اللہ میاں رائگان کر دیتے ہیں اور اس سے ذمۂ الہی بری ہو جاتا ہے حتی کہ پھر اللہ میاں ہی اسکو توبہ کی توفیق عطا کریں یہ حدیث اصبہانی نے روایت کی ہے۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ نماز قصداً کبھی نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے نماز قصداً چھوڑ دی اس سے اللہ اور اللہ کا

۲۳۵

رسولؐ دونوں بیزار ہیں یہ حدیث امام احمد اور بیہقی نے روایت کی ہے امام احمد کی سند کے راوی صحیح حدیث کی سند کے راوی ہیں ہاں مکحول (جو اس سند میں ایک راوی ہیں ان) کی سماعت ام ایمن سے ثابت نہیں ہے۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جس نے نماز نہ پڑہی (اور اسکی فرضیت کا منکر رہا) وہ کافر ہے۔ یہ روایت ابوبکر بن شیبہ نے کتاب الایمان میں نقل کی ہے اور امام بخاری اپنی تاریخ میں موقوفاً لائے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے تھے کہ جس نے (بوجہ انکار فرضیت) نماز چھوڑ دی وہ کافر ہوگیا۔ یہ روایت محمد بن نصر مروزی اور ابن عبد البر نے موقوفاً نقل کی ہے (یعنی رسول اللہؐ کی طرف اسکو منسوب نہیں کیا)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے نماز چھوڑ دی اسکا دین ہی (سلامت) نہیں رہا یہ بھی محمد بن نصر نے موقوفاً روایت کی ہے۔

۲۳۶ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے تھے کہ جس نے نماز نہ پڑھی وہ کافر ہے۔ یہ حدیث ابن عبد البر نے موقوفاً روایت کی ہے۔

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جو نماز کا عادی نہیں اس کا ایمان بھی (پختہ) نہیں اور جس کا وضو پورا نہیں اسکی نماز بھی صحیح نہیں۔ یہ حدیث ابن عبد البر وغیرہ نے موقوفاً نقل کی ہے اور ابن ابی شیبہ کا قول یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا کہ جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہوگیا اور محمد بن نصر مروزی فرماتے ہیں کہ میں نے (اپنے استاد) اسحق سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہوگیا ہے کہ نماز (فرض) کا (قصداً) چھوڑنے والا کافر ہے اور اسیطرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر تمام اہل علم کی رائے بھی اسی پر متفق رہی کہ بے عذر جان بوجھکر نماز چھوڑنے والا حتیٰ کہ نماز کا وقت جاتا رہا کافر ہے (کیونکہ چھوڑنا غالباً قرینہ انکار فرضیت ہے جو بالاتفاق کفر ہے)

اور حماد بن زید سے بواسطہ ایوب تُو یہ بھی مروی ہے وہ فرماتے تھے کہ نماز چھوڑنے

کے کفر ہونے میں کسیکا اختلاف ہی نہیں ہے۔ (مگر وہی چھوڑنا جو بذریعہ انکار فرضیت ہو)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ایک روز نماز کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ جس نے نماز کی کماحقہ حفاظت کرلی (کہ پابندی کے ساتھ اوقات میں برابر ادا کرتا رہا) تو یہ نماز اسکے لئے قیامت کے دن نور حجت اور (ذریعہ) نجات ہو جائیگی اور جس نے ان نماز و نیز محافظت نہ کی تو نہ اسکے پاس (قیامت کے دن) نور ہوگا نہ (ایمان کے ثبوت کی) کوئی حجت ہوگی اور نہ (ذریعہ) نجات بلکہ ایسا آدمی قیامت کے دن قارون فرعون ہامان اور ابی بن خلف (کفار) کے ساتھ ہوگا یہ حدیث امام احمد نے بہت عمدہ سند سے روایت کی ہے اور طبرانی نے (اپنی دو کتابوں) کبیر اور اوسط میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کی ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کلام اللہ کی اس آیت کا مطلب پوچھا الذین ھم عن صلوتھم ساھون۔ (ترجمہ وہ لوگ جو اپنی نماز کو بہلا بیٹھے ہیں) حضورؐ نے فرمایا کہ اس آیہ میں وہ لوگ مراد ہیں جو نماز کو اسکے وقت سے ٹال کر پڑھتے ہیں یہ حدیث بزار نے عکرمہ بن ابراہیم کی سند سے روایت کی ہے اور یہ کہا ہے کہ اس حدیث کو حفاظ (حدیث) نے موقوفاً ہی روایت کیا ہے سوائے ان سعد کے اسکو کسی نے مرفوعاً روایت نہیں کیا اور حافظ مذکور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ عکرمہ (مذکور) وہی ازدی ہیں جنکے ضعیف (راوی) ہونے پر سب (محدثین) کا اجماع ہے اور واقعی بات اس حدیث کا موقوف ہی ہونا ہے (مرفوع ہونا نہیں)

۲۳۷

مصعب بن سعد سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے اپنے والد صاحب سے کہا اے ابا خدا کے اس فرمان کا مطلب تبلا دیجئے الذین ھم عن صلوتھم ساھون۔ (ترجمہ جو لوگ اپنی نماز کو بہلا بیٹھتے ہیں) بہلا ہم میں ایسا کونسا ہے جو بھولتا نہیں یا کونسا ایسا ہے کہ جسکو (نماز میں) وسوسے نہیں آتے (تو پھر اس آیت کا مطلب کیا ہوا) والد صاحب نے فرمایا کہ یہ مطلب نہیں ہے (جو تم سمجھے) بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی فضولیات میں پڑ کر یہاں تک تضییع اوقات کرتا رہا کہ وقت بھی (نماز کا) نکل گیا یہ حدیث

حسن سند سے ابو یعلیٰ نے روایت کی ہے۔

نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (وہ فرماتے ہیں) کہ نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جسکی نماز قضا ہو گئی تو (اسکا اخروی اسقدر نقصان ہوا کہ) گویا (دنیا میں) اسکے اہل و عیال مال دولت سب چھن گیا یہ حدیث ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس نے بلا عذر دو نمازیں جمع کرلیں (یعنی دو وقت کے فرض ایک وقت میں پڑھے) تو اس نے کبیرہ گناہوں میں سے ایک قسم کا کبیرہ گناہ کیا یہ حدیث حاکم نے روایت کی ہے اور فرمایا ہے کہ (اسکی سند میں) جو حنش (راوی) ہیں وہ ابن قیس ہیں ثقہ ہیں مگر حافظ صاحب کا قول یہ ہے کہ یہ غلط ہے بلکہ یہ راوی غیر معتبر ہیں سوائے حصین بن نمیر کے کسی نے انکو ثقہ نہیں کہا۔

۲۳۸ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ لبسا اوقات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے یہ پوچھا کرتے تھے کہ آیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے پھر جو کوئی اپنا خواب آپ سے عرض کرتا تو آپ خدائے پاک کی منظوری کے مطابق اسکی تعبیر دیدیا کرتے تھے پھر ایک دن صبح کو آپ نے ہم سے فرمایا کہ آج رات کو میرے خواب کی حالت میں دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے اٹھا لیا مجھ سے کہنے لگے کہ چلو میں انکے ساتھ چلدیا ہم (تینوں) ایک لیٹے ہوئے آدمی کے پاس پہنچے اور وہیں ایک اور آدمی ہاتھ میں بڑا پتھر لئے اسکے پاس کھڑا تھا اور وہ پتھر اسکے سر میں اس زور سے مارتا تھا کہ اسکے سر کا کچلا کر دیتا تھا اور پتھر (زور سے لگنے کے باعث) لڑھک کر دور چلا جاتا تھا پھر وہ اس پتھر کو لاتا تھا اور ابھی اس (لیٹے ہوئے) کے پاس نہیں پہنچنے پاتا تھا کہ اس کا سر اتنے میں ویسا ہی صحیح سالم ہو جاتا تھا کہ جیسا پہلے تھا پھر وہ آتا پھر ویسے ہی کرتا کہ جیسا پہلی دفعہ کیا تھا میں نے (تعجب سے) کہا سبحان اللہ یہ کیا ہو رہا ہے وہ دونوں مجھ سے کہنے لگے کہ ابھی تو آپ چلتے رہئے (یہ راز بعد میں ظاہر کیا جائے گا) پھر ہم

ایک اور آدمی کے پاس پہنچے جو اوندھا پڑا ہوا تھا اسکے پاس بھی ایک آدمی کھڑا تھا جسکے پاس لوہے کا انکس تھا اس انکس کو وہ اسکے منہ میں دیکر اس زور سے چیرتا تھا کہ ایک باچھ اور ناک کے نتھنے اور ایک آنکھ تک کو گدی تک چیرتا ہوا لیجاتا تھا (راوی کہتے ہیں حضور نے فرمایا) پھر وہ دوسری طرف آتا اور ویسا ہی کرتا کہ جیسا منہ کے اُس طرف کیا تھا اور ابھی اس طرف سے فارغ نہیں ہونے پاتا تھا کہ وہ پہلی جانب منہ کی ویسی ہی صحیح سالم ہو جاتی تھی کہ جیسی پہلے تھی (وہ پھر لوٹتا پھر ویسا ہی کرتا کہ جیسا پہلی مرتبہ کیا تھا) پھر میں نے (تعجب سے) کہا کہ یہ ہو کیا رہا ہے پھر دونوں نے مجھ سے یہی کہا کہ ابھی تو آپ ذرا چلتے ہی رہئے (اور تحقیق حال بعد میں کیجئے) ہم اور آگے بڑھے اور تنور جیسے ایک جھیرے کے پاس پہنچے (کہ اوپر سے منہ چھوٹا اور نیچے سے پیٹ بڑا) راوی کہتے ہیں میرے خیال میں حضرت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں نے جو غور کیا تو اس تنور میں بڑا شور مچ رہا تھا بڑے غوغے ہو رہے تھے اس لئے میں نے اس میں جھانکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ننگے مرد اور ننگی عورتیں اس میں بھری ہوئے ہیں اور اسکے نیچے کی طرف سے آگ کا ایک شعلہ ابھر آتا ہے بس جب وہ شعلہ ابھر آتا تھا تو بے تحاشا دھاڑتے تھے آپ فرماتے تھے میں نے کہا اب تو بتلا دو کہ یہ معاملہ کیا ہے کہنے لگے ابھی آپ چلے ہی چلیئے چنانچہ ہم اور آگے بڑھے تو ایک نہر پر پہنچے (راوی کہتے ہیں مجھے خیال پڑتا ہے کہ حضور نے اس موقع پر) یہ بھی فرمایا تھا کہ اسکا پانی خون کی طرح بالکل سرخ تھا پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ اُس نہر میں اچھا ایک تیراک آدمی تیر رہا ہے اور اسی نہر کے کنارے پر ایک اور آدمی کھڑا ہے بہت سے پتھروں کا اسکے پاس ڈھیر لگا ہوا ہے اور جب یہ تیراک اِدھر اُدھر تیرتا تیرتا اسکی طرف کو آتا ہے جسکے پاس پتھروں کا تودہ لگا ہوا ہے تو یہ اسکے منہ پر اس طرح پتھر رسید کرتا ہے کہ وہ پتھر اسکے منہ میں گھس جاتا ہے وہ لوٹ کر پھر تیرنے لگ جاتا ہے پھر لوٹ کر اس طرف کو آتا ہے جیسے پہلے چلا آیا تھا وہ پھر ویسے ہی پتھر رسید کرتے ہیں کہ اسکے منہ میں گھسا دیتے ہیں پھر میں نے ان دونوں سے کہا کہ (یہ کیا معاملہ ہے کیا بھید ہے) یہ دونوں آدمی کون ہیں دونوں کہنے لگے کہ ابھی تو آپ چلے ہی چلیئے (ابھی ہمارے تبلانے کا موقع نہیں ہے خیر) ہم اور آگے

بڑھے اور ایک ایسے آدمی کے پاس پہنچے جو اس قدر بدصورت اور بدشکل تھا کہ ہم نے اپنی عمر بھر میں بھی ایسا بدشکل مرد یا عورت شاید ہی دیکھا ہو اور اسکے سامنے آگ (جل رہی) تھی یہ اسے اور دہکا رہا تھا اور (دہکانے کی غرض سے) اسکے چوطرفہ دوڑا پھر رہا تھا پھر میں نے دونوں سے کہا کہ میاں اتنو تبلادو کہ یہ ہے کیا معاملہ پھر دونوں نے یہی کہا کہ ابھی تو آپ چلے ہی چلیئے ہم اور آگے چلے تو ایک نہایت ہی سرسبز اور شاداب باغ میں پہنچے اس میں طرح طرح کے پھول پھلواریاں کھڑی تھیں اور اس باغ کے بیچم بیچ ایک اس قدر لمبے قد کا آدمی تھا کہ اسکا سر آسمان کی طرف تھا تو مجھے اسکا سر (بوجہ بلندی) نظر بھی نہیں آتا تھا اور اسکے ادہر اُدہر چھوٹے چھوٹے بچے اتنے بہت سے بیٹھے ہوئے تھے کہ تم نے اپنی عمر بھر بہت بچے بھی اتنے ہی دیکھے ہونگے۔ میں نے پوچھا کہ میاں یہ صاحب کون ہیں اور یہ بچے کیسے ہیں دونوں پھر وہی کہنے لگے کہ ابھی آپ اور چلیئے (اور ذرا سیر کیجیے) ہم اور آگے بڑھے تو ہم ایک ایسے جنگی عالیشان بھاری درخت کے پاس پہنچے کہ میں نے تو ایسا بھاری جنگی اور خوشنما درخت کبھی دیکھا ہی نہیں اب ان دونوں (ہمراہیوں) نے مجھسے کہا کہ آپ اس درخت پر چڑھیئے چنانچہ ہم تینوں ہی اس درخت پر چڑھ کر ایک ایسے (عجیب وغریب) شہر میں پہنچے کہ اسکی کل عمارت ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی سے بنی ہوئی ہے پھر ہم اسی شہر کے دروازے پر پہنچے ہم نے دروازہ کھلوایا تو دروازہ ہمارے لئے کھل گیا ہم اندر گئے تو ہم سے بہت آدمی ایسے ملے کہ ان کا نصف بدن تو نہایت ہی حسین خوبصورت کہ ایسا تم نے کبھی نہ دیکھا ہوگا اور نصف بدن نہایت ہی بھدا بے رونق آپ فرماتے تھے کہ (میرے) ان دونوں (ہمراہیوں) نے ان آدمیوں سے کہا کہ جاؤ اور اس نہر میں کود پڑو اور وہاں ایک بہت بڑے بھاٹ کی نہر چل بھی رہی تھی اس کا پانی اسقدر لاجواب تھا کہ گویا بس اصل سپیدی وہی تھی (خیر) وہ سب آدمی گئے اور اس نہر میں کود پڑے اب جو وہ ہمارے پاس آئے تو انکی وہ سیاہی وغیرہ بدصورتی سب جاتی رہی تھی اور سب اعلےٰ درجہ کی حسین حسین صورتوں میں ہوگئے تھے اور (اتنا واقعہ گذرنے کے بعد) اب دونوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت یہ باغ جنت عدن ہے اور یہ عالیشان محل خاص آپکا ہے۔

۲۴۰

(باقی آئندہ)

سلسلہ تسہیل المواعظ کا انیسواں وعظ

مسمےٰ بہ

توبہ کی ضرورت

منتخب از ضرورۃ التوبہ وعظ ہفتم دعوات عبدیت

حصہ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ ماثورہ۔ اما بعد، فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یا ایھا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا عسی ربکم ان یکفر عنکم سیاتکم ویدخلکم جنت تجری من تحتھا الانھار۔ **ترجمہ**۔ اے ایمان والو توبہ کرو اللہ کی طرف سچی توبہ قریب ہے کہ تمہارا رب معاف کردے تمہارے گناہ اور داخل کرے تم کو جنتوں میں کہ جاری ہیں انکے نیچے (یعنے درختوں کے نیچے) نہریں۔ اس آیت کے متعلق یہ مضامین ہیں۔

(۱) اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اپنے مومن بندوں کو اپنی رحمت سے ایک عجیب غریب نسخہ اکسیر کا دیا ہے جس سے لوہا بھی سونا ہوجائے دیکھئے لوگ کیمیا کی تلاش میں اپنا مال اور وقت برباد کرتے ہیں حالانکہ کیفیت اسکی یہ ہے کہ بڑے بڑے عقلمندوں کی اسکی نسبت یہ رائے ہے کہ کیمیا بن ہی نہیں سکتی البتہ بعضوں کی یہ بھی رائے ہے کہ

بن سکتی ہے لیکن اگر اسکو مان بھی لیا جاوے کہ کیمیا کا وجود ہے تو آپ نے بہت کم سنا ہوگا
کہ کسی نے کیمیا بنائی ہو اگرچہ اس قسم کے قصے بہت مشہور ہیں لیکن معتبر ذریعہ سے اسکا ثابت
ہونا بہت مشکل ہے بہرحال کیمیا کے وجود میں شک ہی رہا اور جب شک ہے تو اسکی وجہ
سے مال اور وقت خراب کرنا نہ چاہیئے وہمی نفع کے لئے نقصان نہ کرنا چاہیئے اور کیمیا میں
یہی بات ہے کہ کیمیا بنجانے کا تو وہم ہی وہم ہے اور نقصان یقینی ہے کہ مال خراب ہوتا ہے
اسلئے مسائل کی کتابوں میں اسکو ناجائز لکھا ہے بلکہ یہانتک لکھا ہے کہ اگر کسی وقف کے
متولی کی نسبت یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کیمیا کی لت میں ہے تو اسکو موقوف کر دیا جائے۔

(۲) ہمارے روشن خیال حضرات تو عالموں تک کو رائے دینے لگے ہیں کہتے ہیں
کہ ترقی اسوقت تک نہیں ہو سکتی جبتک سود حلال نہ ہو جائے اسیطرح بعض لوگ کہتے ہیں
کہ اسلام کو ترقی سے روکنے والی نماز ہے کہ ایک شخص اسلام کی طرف رغبت رکھتا ہے مگر
جب وہ دیکھتا ہے کہ نماز بھی گلے پڑیگی تو اسکی ہمت ٹوٹ جاتی ہے اور وہ اسلام لانے سے
رک جاتا ہے۔ تو نماز کو اسلام کی برادری سے علنحدہ کر دینا چاہیئے صاحبو! مجھے زمانہ کی اس
حالت سے سخت اندیشہ ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ غیر قومیں تو اسلام کے احکام کی خوبیاں
مانتی جاتی ہیں اور ان پر مضامین لکھتے ہیں کوئی نماز کی حکمت بیان کرتا ہے کوئی روزے کی
حکمت بیان کرتا ہے ایک ڈاکٹر نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں جو یہ تعلیم ہے کہ اگر کسی
برتن کو کتا چاٹ جائے تو اسکو سات مرتبہ دھو ڈالو جسمیں ایک مرتبہ مٹی سے بھی صاف کرو
ایک مدت میں سوچتا رہا کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ مٹی سے بھی صاف کرنے کو کہا گیا آخر غور
کرنے سے اور مٹی کے اجزا الگ کرنے سے معلوم ہوا کہ مٹی میں ایک جزو نوشادر کا بھی ہوتا ہے
اور وہ کتے کے لعاب کی سمیت کو دفع کر دیتا ہے چونکہ نوشادر کا ہروقت ہر جگہ ملنا مشکل تھا
اسلئے مسلمانوں کے نبی نے مٹی ملنے کا حکم کیا کہ یہ ہر جگہ مل سکتی ہے اور نوشادر کا کام دیتی
ہے ایک اور عیسائی نے لکھا ہے کہ شریعت اسلامی کے تمام احکام عقل کے موافق ہیں
یعنی کوئی حکم عقل کے خلاف نہیں اگرچہ بعض احکام کی حکمت عقل سے نہیں معلوم ہوتی لیکن
عقل کے خلاف وہ بھی نہیں کہ عقل اسکے اندر کوئی نقصان بتلاتی ہو اب دیکھ لیجئے کہ غیر

۲ حکمت احکام اسلام غیر قوموں کی نظر میں

تو مون کی تعریفون کا تو یہ حال ہے ادہر ہمارے مسلمان بھائیوں کی یہ حالت ہے کہ نہ دین
کی کچھ خبر نہ اسکی پیروی کرنے کا کچھ خیال اور اعتراض کرنے کو آمادہ ہیں کہ روزہ میں یہ خرابی
ہے اور نماز سے ترقی رکتی ہے اگر یہی حالت ہے تو کچھ تعجب نہیں کہ سو برس کے اندر بہت سے
مسلمان اسلام سے بالکل باہر ہو جائیں اور غیر قومیں مسلمان ہو جائیں صاحبو! یہ حیرت کی
بات نہیں ہے مجھے اس حالت پر خدائے تعالےٰ کا وہ فرمان یاد آتا ہے کہ ان تتولوا
یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔ ترجمہ (یہ نہ سمجھو کہ دین کا مدار تم پر ہے اور
بلا تمہارے اسکی ترقی ہو نہیں سکتی یاد رکھو) اگر تم اسلام سے منہ پھیرو گے تو خدا تعالیٰ تمہارے
بجائے ایک دوسری قوم بھیجے گا جو تمہاری طرح نہ ہوگی تم کو تو احسان مند ہونا چاہیے تھا کہ
خدائے تعالےٰ نے تم کو ایسی نعمت دی اور اپنے دین کا خادم بنایا صاحبو اس آیت میں اور
اپنی حالت میں ذرا غور کرو تمہاری جگہ دوسری قوم کو بدل دینے کی یہ بھی ایک صورت ہے
جو آجکل ہو رہی ہے کہ مسلمان اسلام پر اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں اور غیر قومیں اسلام
کی طرف جھکی جا رہی ہیں کہ اسکے احکام کی حکمتیں تلاش کر رہی ہیں جسکا انجام یہی ہے کہ
غیر قومیں تو مسلمان ہو جائینگی اور یہ اعتراض کرنے والے مسلمان اسلام سے باہر ہو جائینگے
اگر اس اندیشہ سے بچنے کی فکر ہے تو اسکی تدبیر یہی ہے کہ اپنے اس رویہ کو چھوڑ دو
اور وہ حالت پیدا کرو جیسے ایک غلام کی حالت ہوتی ہے کیونکہ ہم کو خدا تعالےٰ سے وہی
تعلق ہے جو غلام کو اپنے مالک کے ساتھ ہوتا ہے اور عاشق کو اپنے محبوب کے ساتھ
ہوتا ہے پس ہمیں ان ہی دو تعلقوں کو غلبہ دینا چاہیے کہ اپنے کو غلام اور اللہ کو مالک اور
اپنے کو عاشق اور اسکو محبوب سمجھیں ممکن ہے کہ کوئی اسپر یہ کہے کہ ہم تو عاشق نہیں بنتے
کہ ہم پر عشق کے حقوق واجب ہون تو میں کہونگا کہ حضرت اب آپ کیا عاشق بنینگے عاشق تو
آپ اس دن ہو چکے جس دن مسلمان کہلائے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں والذین
امنوا اشد حباً للہ ترجمہ جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ تعالےٰ سے انتہا درجہ کی محبت
رکھتے ہیں اور انتہا درجہ کی محبت ہی کا نام عشق ہے پس آپ تو عاشق خدا ہو چکے اور اگر کہئے
کہ ہم کو تو اپنا عاشق ہونا معلوم بھی نہیں پھر ہم کیونکر عاشق ہوئے تو سمجھئے کسی چیز کے حاصل

ہونے کے لئے یہ ضرور نہیں کہ اسکی خبر بھی ہو دیکھئے اگر ایک شخص مرے اور دس ہزار کی جائداد
چھوڑ جائے اور ایک نابالغ لڑکا وارث چھوڑے تو باپ کے مرنے کے بعد یہ لڑکا اس مال
کا مالک ہو گیا مگر اس لڑکے کو اسکی خبر بھی نہیں تو ہماری بھی یہی حالت ہے کہ ہم کو عشق ہے
اگرچہ خبر نہیں بس ہماری وہ حالت ہے جو اس فقیر کی حالت تھی جسکے سر پر ایک ٹوکرا بھرا روٹیوں کا
رکھا ہوا ہے اور بھیک مانگتا پھرتا ہے اگر اپنی اس دولت کی خبر پانا چاہتے ہیں تو اسکے لئے
آنکھ کی ضرورت ہے کیونکہ اگر ایک اندھا جو ماں کے پیٹ ہی سے اندھا پیدا ہوا ہے رنگ کی
حقیقت پوچھے تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ رنگ تو تمہارے کپڑے ہی میں موجود ہے مگر
اسکے لئے صرف ہاتھ کافی نہیں نہ نرے سن لینے سے اسکی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے اگر
اسکو دریافت کرنا ہو تو اول آنکھ پیدا کرو اسیطرح جو لوگ قرآن شریف میں تاویلیں کرتے
ہیں اور اپنی رائے سے قرآن شریف کے معنے بیان کرتے ہیں انکی مثال ایسی ہے جیسا
اندھا ہاتھ سے رنگ معلوم کرنا چاہے جسطرح صرف ہاتھ سے رنگ نہیں معلوم ہوتا اسیطرح
صرف رائے سے قرآن کے مقصود تک نہیں پہونچا جاتا صاحبو! تم اپنے اندر تصرف کرو کلام اللہ
میں تصرف نہ کرو اپنی آنکھیں کھولو اور اس سے پردہ اٹھاؤ پھر دیکھو تم کو کیا خزانہ نظر آتا ہے
اور وہ پردہ دنیا کی محبت ہے میں قسمیہ کہتا ہوں کہ یہ مال اور عزت کی محبت بہت بڑا پردہ
ہے دیکھیے بنی اسرائیل کے عالموں کو ہمارے حضور کے نبی ہونے کا پورا علم تھا لیکن چونکہ
انکو دنیا کی محبت تھی اسلئے ایمان نہ لاتے تھے جانتے تھے پھر مانتے نہ تھے قرآن شریف
میں انکی نسبت ارشاد ہے یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ ترجمہ (بنی اسرائیل کے عالم)
حضور کے نبی ہونے کو ایسا جانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں یعنی جیسے بیٹے
کی صورت دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں کچھ تامل کرنے کی حاجت نہیں ہوتی اسیطرح حضور
کی صورت دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ نبی ہیں پس بنی اسرائیل کے عالموں کو حضور کے
نبی ہونے کا اتنا تو علم تھا لیکن باوجود اتنے علم کے ان کو حقیقت نظر نہ آتی تھی کیونکہ دنیا کی
محبت کا پردہ انکی آنکھوں پر پڑا ہوا تھا اور جب حقیقت معلوم نہیں ہوتی تو دل میں وقعت
اور عظمت نہیں ہوتی دیکھئے اگر کوئی جان بوجھ کر آگ میں کود دے تو اگرچہ یہ تو کہا جاویگا

کہ یہ شخص آگ کو پہچانتا اور دیکھتا تھا لیکن یہ نہ کہا جائیگا کہ آگ کی حقیقت بھی اسکی نظر میں تھی
اور جتنے جرم بھی اس قسم کے لوگ کرتے ہیں اسکی اصلی وجہ یہی ہے کہ انکو اصلی حقیقت اس چیز کی
معلوم نہیں ہوتی اکثر عورتیں اور بعض مرد بھی کنوئیں میں گر جاتے ہیں لیکن گرنے کے بعد جب
انکو کنوئیں کی حقیقت معلوم ہوتی ہے اسوقت کوئی ان سے پوچھے کہ کنوئیں میں گرنے کی بابت
آپکی کیا رائے ہے لکھنؤ میں ایک صاحب نے کسی بات پر غصہ میں آکر سنکھیا کھا لیا کھا تو گئے
لیکن جب کھانے کے بعد اسکی حقیقت معلوم ہوئی تو آنکھیں کھلیں پھر یہ حالت تھی کہ لوگونکی
خوشامدیں کرتے تھے کہ کسیطرح مجھے اس سے نجات دلواؤ تو بنی اسرائیل کو اگرچہ علم تھا لیکن
حضور کی حقیقت انپر ظاہر نہ ہوئی تھی کیونکہ دنیا کی محبت کے پردے انکی آنکھوں پر پڑے
ہوئے تھے پس آپ اول ان پردوں کو دور کر دیجئے پھر حقیقت سامنے ہے اور بالکل قریب
ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم تو شہ رگ سے زیادہ تمہارے قریب ہیں حضرت بایزید بسطامیؒ
نے خدائے تعالیٰ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ اے خدا مجھے اپنے تک پہنچنے کا وہ
راستہ بتلا دیجئے جو سب سے زیادہ قریب ہو سبحان اللہ کیسے سچے رہبر تھے کہ ہمارے
لئے کتنا آسان راستہ تحقیق کر گئے یہ جو آج لوگ آسانی سے منزلیں طے کرتے چلے جارہے
ہیں انہیں حضرات کا طفیل ہے غرض خواب میں عرض کیا کہ اے خدا مجھے قریب کا رستہ بتلا دیجئے
ارشاد ہوا کہ اے بایزید اپنے نفس کو چھوڑ دو اور آجاؤ یعنی اپنی خودی اور نفسانیت کو
چھوڑ اور پھر راستہ سیدھا ہے صاحبو! اسکے بعد آپ دیکھیں گے کہ آپ پاس دولت محبت
خداوندی ضرور ہے چنانچہ دیکھ لیجئے کہ ہم لوگ اپنے خیال میں جسکو دین سمجھتے ہیں اگر کسیکو
انکے خلاف کرتا ہوا دیکھتے ہیں تو ہم کو اسپر کس قدر غصہ آتا ہے کہ ہم اسکے تکلیف دینے
کے درپے ہو جاتے ہیں اور دل کو اس سے نفرت ہو جاتی ہے اور اگر کوئی کافر ہمارے
دین و مذہب کو برا کہنے لگے تو بتلایئے اسوقت تن بدن میں کیسی آگ لگتی ہے آخر یہ نفرت
اور وحشت کیوں ہے اسی لئے تو وہ طریق جسکو ہم دین سمجھتے ہیں ہمارا محبوب ہے کیونکہ وہ
ہمارے خیال میں خدائی راستہ ہے جو کہ خدا نے ہم کو بتلایا ہے پس یقیناً ہم کو خدا تعالیٰ
سے محبت ہے لیکن ہماری محبت کی ایسی مثال ہے جیسے راکھ کے نیچے چنگاری دبی ہوتی

ہے کہ اگر اسکو چھیڑا اور کریدا نہ جائے تو وہ نظر بھی نہیں آتی لیکن وہی چنگاری جب راکھ سے باہر نکلتی ہے تو شہر کے شہر جلا دینے کے لئے کافی ہوتی ہے اب یہ دیکھئے کہ عاشق کو معشوق سے کس قسم کا تعلق ہوتا ہے اور اسکے دل میں معشوق کی کتنی عظمت اور وقعت ہوتی ہے کیا اگر کبھی عاشق کو اسکا معشوق حکم کرے کہ تم میرے پاس آؤ یا گرمی کے موسم میں دوپہر کو چار کوس تک ننگے پیر جلتے ہوئے ریت پر چلنے کا حکم کرے تو کیا وہ عاشق انکار کرے گا یا اُس سے اس حکم کی وجہ پوچھے گا ہرگز نہیں اور اگر کوئی شخص عشق کا تو دعوے کرتا ہو لیکن اپنے معشوق کے حکم کو جھٹ پٹ نہیں بجا لاتا بلکہ اسکی وجہ تلاش کرنے میں لگجاتا ہے تو کیا ایسے شخص کو سچا عاشق کہا جائیگا کبھی نہیں ظاہر ہے کہ اگر اسکو سچا عشق ہوگا تو اسکے بلانے پر دوڑا ہوا آئے گا بلکہ اگر کوئی روکنا بھی چاہے گا تو ہرگز نہیں رکے گا غرض کسی حکم میں بھی اسکو ذرا عذر نہ ہوگا لوگ اسکے حرکات پر اسکو دیوانہ تبلائینگے پاگل کہیں گے مگر اسکو ان خطابوں سے ذرا عار نہ ہوگا بلکہ وہ نہایت خوش ہوگا جس طرح آجکل کے عقلمند عالموں کو نیم وحشی وغیرہ وغیرہ خطاب دیتے ہیں لیکن وہ نہایت خوش ہیں کیونکہ انکی حالت یہ ہے کہ ملامت کرنے والون کی ملامت تو دل کے باہر ہے اسکے گرداگرد ٹھیکر لگا کر رہگئی ہے اور خدا کی محبت دل کے اندر جگہ پکڑ چکی ہے خلاصہ یہ کہ جب معلوم ہوا کہ عاشق کو معشوق کے ساتھ کیسا برتاؤ چاہیئے اور ہم خدا کے عاشق ہیں جیسا ابھی ثابت ہوا تو ہم کو بھی اسکے ساتھ یہی برتاؤ رکھنا چاہیئے اور اسکے احکام میں بلا عذر گردن جھکا دینی چاہیئے۔

(۳) ایک صاحب نے مجھسے دریافت کیا کہ نماز پانچ وقت کیوں مقرر ہوئی میں نے اُن سے پوچھا کہ اول یہ تبلائیے کہ آپ کی ناک چہرہ پر کیوں لگائی گئی کمر پر کیوں نہیں لگائی گئی جب اسکی وجہ آپ کو معلوم ہو جائے گی تو اسکے بعد نماز کے وقتوں کی مصلحت دریافت کرنا غرض جسکو علم سے مناسبت نہیں ہوتی اسکا بولنا ہمیشہ بے موقع ہوتا ہے اور اسی لئے اسکا بولنا اچھا نہیں معلوم ہوتا ایک مرتبہ امام ابو یوسف بیٹھے ہوئے کچھ بیان فرما رہے تھے اور لوگ لکھ رہے تھے اور پوچھ بھی رہے تھے ان میں ایک شخص بالکل خاموش بیٹھا تھا آپ نے فرمایا کہ بھائی تم بھی کچھ پوچھو عرض کیا بہت اچھا اب پوچھوں گا چنانچہ ایک دفعہ تقریر میں آپ نے

یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ جب سورج ڈوب جائے تو روزہ افطار کرنے میں دیر نہ کرے اس شخص نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں بھی کچھ بولوں امام صاحب نے فرمایا کہو تو وہ کہتا ہے کہ اگر کسی روز سورج ہی نہ ڈوبے تو کیا کریں امام صاحب نے ہنسکر فرمایا کہ تمہارا تو چپ رہنا ہی بہتر ہے اسیطرح مشہور ہے کہ ایک دلہن ساس کے گھر جاکر بالکل بولتی ہی نہ تھی اسکی ساس نے اس سے کہا کہ دلہن تم بھی بولا کرو ہر وقت خاموش کیوں رہتی ہو دلہن نے کہا بہت اچھا اب بولونگی چنانچہ ایک روز بولی اور ساس کو خطاب کرکے کہنے لگی کہ اماں بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر تمہارا لڑکا مر گیا میرا نکاح کسی دوسرے سے بھی کردوگی ساس نے کہا کہ دلہن بس تم خاموش ہی رہا کرو تمہارے لئے یہی بہتر ہے تو دیکھئے تمیز نہ ہونے کی وجہ سے بات بھی پوچھی تو کیسی خوبصورت کہ ساس کا کلیجہ ہی ٹھنڈا ہو گیا ہوگا۔

(۴) صاحبو! شریعت کے احکام کے ساتھ ہمارا بالکل وہ مذہب ہونا چاہیئے جو عاشق کا معشوق کے ساتھ اور غلام کا مالک کے ساتھ ہوتا ہے مشہور ہے کہ ایک شخص نے غلام خریدا اور اس سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے اس نے کہا جو آپ مقرر کریں پھر آقا نے پوچھا کہ تو کیا کھایا کرتا ہے غلام نے کہا جو آپ کھلائیں پھر دریافت کیا کیسا کپڑا پہنا کرتے ہو اُس نے جواب دیا کہ جو کچھ آپ پہنائیں تو صاحبو! کیا خدا سے جو ہمارا علاقہ ہے وہ غلامی کا نہیں ہے بلکہ اگر غور کروگے تو معلوم ہوگا کہ دوسروں کے ساتھ تو غلاموں کی غلامی برائے نام ہے اور خدا تعالےٰ کے ساتھ تو ہم کو حقیقی غلامی حاصل ہے اور جب ہم ہمیشہ کے لئے انکے غلام ہیں تو ہم کو غلام ہی کا برتاؤ بھی کرنا چاہیئے اور کسی حکم کے بجا لانے میں گرانی نہ ہونا چاہیئے اور میں کہتا ہوں کہ احکام کے دشوار معلوم ہونے سے ان میں کسی قسم کا شبہ کرنا تو بالکل ہی بیہودہ ہے کیونکہ خدا کی جانب سے تو وہی احکام مقرر ہونگے جو نفس پر دشوار ہوں تاکہ خدا تعالےٰ دیکھیں کہ جو کچھ کرتے ہو اس سے اپنے نفس کا خوش کرنا منظور ہے یا خدا کا اور خدا کے خوش کرنے میں بھی ہماری ہی مصلحت ہے نہ خدا کی صاحبو! یہ اتنا بڑا عالم ہمارے ہی فائدے کے لئے ہے اور اس سے ہمیں کو نفع پہنچانا مقصود ہے ہر ہر طرح ہماری مصلحتوں پر نظر ہے البتہ یہ ضرور نہیں کہ وہ مصلحتیں ہماری سمجھ میں بھی

آجائیں غرض بعض احکام کی سختی اور دشواری وسوسہ کا سبب ہوتی ہے لیکن غور کرنے کے بعد معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ سختی ہی ان احکام کے اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہونے کی دلیل ہے اگر کسی مخلوق کا بنایا ہوا ہوتا تو اسمیں دشواری بالکل نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ جھوٹے مذاہب میں بہت آسانیاں ہوتی ہیں تاکہ نفس کے کتے اسکو جلدی قبول کرلیں پھر میں کہتا ہوں کہ آپ جو دین میں آسانیاں ڈھونڈھتے ہیں کبھی دنیا کے کاموں میں بھی آپ نے اسکو ڈھونڈا ہے سب سے زیادہ آسان کام دنیا کا روٹی کہانا ہے مگر خبر بھی ہے کہ یہ کتنی مصیبت جھیلنے کے بعد آسان ہوا ہے جب بچہ کا دودہ چھڑاتے ہیں تو کیسی کچھ مصیبت ہوتی اور کتنی تکلیف بچہ کو پہنچتی ہے اور وہ دودہ پینے کے لئے کیا کچھ ضد نہیں کرتا ہے لیکن اسکی ایک نہیں سنی جاتی بلکہ کبھی ایلوا لگا کر کبھی دوسری تدبیر سے اسکو دودہ پینے سے روکا جاتا ہے آخر یہ مصیبت کیوں جھیلی جاتی ہے وجہ صرف یہ ہے کہ ماں باپ بچے سے زیادہ اسکی مصلحتوں کو جانتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اگر اسوقت اسکی مرضی کے موافق کام کیا گیا تو جوان ہو کر تباہ ہوگا اور ساری عمر اسی بلا میں مبتلا رہکر کمزور رہے گا بس احکام دینیہ کی حالت بھی بالکل ایسی ہے کہ گو وہ کیسو قت دشوار معلوم ہوتے ہوں مگر مصلحت انہی میں ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ اگر حق تعالےٰ انکی خواہشوں کے تابع ہو جائے تو زمین آسمان سب خراب اور برباد ہو جائیں بس ہمارے لئے یہی شفقت ہے کہ اس معاملہ میں ہماری ایک نہ سنی جائے جسطرح بچے کی رائے کو نہیں سُنا جاتا۔

(۵) حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی کیفیت ملاحظہ فرمایئے کہ باوجود عالم کے سردار ہونے کے کسقدر سادگی آپ کے ہر ہر انداز میں تھی بیٹھنے میں کبھی آپ نے اپنے لئے کوئی خاص جگہ نہیں بنائی یہانتک کہ لوگ جب زیارت کو آتے تھے تو صحابہ سے دریافت کرتے کہ من محمد فیکم۔ ترجمہ۔ تمہارے میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کون ہیں صحابہؓ جواب دیتے کہ ھذا الابیض المتکئی۔ ترجمہ۔ یہ گورے گورے جو سہارا لگائے بیٹھے ہیں۔ اور سہارا لگانے کا کوئی یہ مطلب نہ سمجھے کہ حضور کوئی گاؤ تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے بلکہ عرب کے عرف میں ہاتھ پر سہارا لگانے والیکو بھی متکئی کہا جاتا ہے اور چلنے میں آپکی یہ حالت تھی کہ ہمیشہ ملے جُلے چلتے تھے۔

(باقی آئندہ)

(ا) جیسا اُوپر پہلے و دوسرے مثالوں سے معلوم ہوا ہوگا کہ اگر کوئی کہے کہ ایک مساوی ہے دو کا تو اسکی تکذیب ضروری ہے اور اگر کوئی کہے کہ ریل بدون کسی جانور کے لگائے چلتی ہے تو تکذیب جائز نہیں باوجودیکہ ایسے شخص کے نزدیک جس نے ابتک وہی عادت دیکھی ہی کہ جانور کو گاڑی میں لگا کر چلاتے ہیں مستبعد اور عجیب ہے بلکہ جتنے واقعات کو غیر عجیب سمجھا جاتا ہے وہ واقع میں سب عجیب ہیں مگر بوجہ

(ح) موجدین غور کرتے ہیں اور نئی نئی چیزیں نکلتی آتی ہیں جنکا پہلے سے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا اور یہ بھی دُنیا کے نزدیک اور ان موجدوں کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ بعض چیزیں ناممکن بھی ہیں مثلاً دو اور ایک کا برابر ہونا یا دن اور رات کا ایک وقت میں جمع ہونا ایسی چیزوں کو چھوڑ کر وہ اور چیزوں میں غور کرتے اور کامیاب ہوتے ہیں اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ بھی دو چیز مانتے ہیں ایک خلاف عقل اور ناممکن (محال) اسکے متعلق کوشش نہیں کرتے کسی موجد کو نہیں سُنا ہوگا کہ وہ اس کوشش میں لگا ہوا ہو کہ دو اور ایک کو برابر کر دے یا رات اور دن کو جمع کر دے اور دوسری موجودہ اشیاء کے سوا کوئی نئی چیز یعنی خلاف عادت (مستبعد) اسکے متعلق نئی سے نئی اور بعید سے بعید چیز بنانے اور انکشافات حاصل کرنے کی کوششیں کرتے ہیں حتیٰ کہ چاند میں اور مریخ میں جانے اور زمین میں آر پار سوراخ کرنے اور طبقات الارض کی معلومات حاصل کرنے اور مردہ کو زندہ کر لینے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں نئے تعلیم یافتہ اصحاب جن کو بڑا عقلمند سمجھتے ہیں اور انکی بات کو اسقدر مانتے ہیں کہ اگر جھوٹ بھی کوئی کہدے کہ یہ تحقیق نئی ہوئی ہے تو شریعت میں شبہ ہو جاوے مگر انکی بات میں شبہ نہیں ہوتا (جیسا کہ پچھلے دنوں ایک سائنس دان کی مریخ میں پہنچ جانے اور وہاں جنت کے سے باغ اور نہریں اور میوے دیکھنے کی افواہ اڑی تھی اسپر یہ اصحاب مفتون تھے اور اسکی کوشش کی داد دیتے تھے بعد میں وہ سب اپریل فول ثابت ہوا) اب ڈاروِن کی تحقیق پر غش ہیں جس نے ارتقاء کے مسئلہ کو اٹھایا ہے اور کہتا ہے کہ آدمی پہلے بندر تھا ترقی کرتے کرتے اسمیں جسمانی تبدیلیاں بھی ہوگئیں اور سیدھا کھڑا ہو کر چلنے لگا اور دم جھڑ گئی اسپر ایسا یقین ہوا ہے کہ شریعت میں تحریف کرنا گوارا کر لیا مگر اسمیں تاویل کو بھی گوارا نہیں کیا ایک ہمدرد اسلام نے شریعت سے تعارض

(ا) تکرار مشاہدہ و الف و عادت کے انکے عجیب ہونے کی طرف التفات نہیں رہا
لیکن واقع میں یہ مستبعد اور غیر مستبعد آپس میں مساوی ہیں مثلاً ریل کا اسطرح چلنا
اور نطفہ کا رحم میں جا کر زندہ انسان ہو جانا فی نفسہ ان دونوں میں کیا فرق ہے
بلکہ دوسرا امر واقع میں زیادہ عجیب ہے مگر جس دیہاتی نے امر اول کو کبھی نہ دیکھا ہو

(ح) اٹھانے کے لئے کہا کہ (نعوذ باللہ) بھلا وہ بندر جسکی دم جھڑی وہی ہے جسکو شریعت میں
آدم کہا گیا ہے) اس اصل کے تسلیم کرنے میں انکا بھی اتباع نہیں کرتے کہ خلاف عقل (محال)
اور چیز ہے اور مستبعد اور چیز اگر اسمیں بھی انکا اتباع کرتے تو شریعت کی کسی بات پر شبہ نہ کرتے
شریعت میں جس بات کی بھی خبر دی گئی ہے جنت دوزخ ملائکہ جن وغیرہ کوئی بھی ایسی بات نہیں
جو خلاف عقل ہو یعنی عقلی کوئی دلیل ایسی موجود ہو جس سے ثابت ہو جاوے کہ انکے ہونے سے
فلاں محال لازم آتا ہے ہاں مستبعد ضرور ہیں یعنی نئی سی باتیں ہیں اور عادت موجودہ کے خلاف
ہیں تو مستبعد کے وجود کو ناممکن کہدینا سخت غلطی ہے جیسا کہ مشرح بیان ہوا غور سے دیکھا
جاوے تو جتنے واقعات کو دن رات دیکھا جاتا ہے اور ذرا بھی تعجب ان سے نہیں ہوتا اور انکو
داخل عادت کہا جاتا ہے وہ سب درحقیقت عجیب ہیں اور مستبعد ہیں لیکن اس وجہ سے کہ
دن رات نظر سے گذرتے ہیں ایک عادت سی ہو گئی ہے اور تعجب جاتا رہا ہے غور کرنیکی بات یہ
ہے کہ اسکے پیدا ہونے میں جسکی عادت ہو گئی ہے اور اسکے پیدا ہونے میں جسکو خلاف عادت
اور مستبعد کہا جاتا ہے کیا فرق ہے سو فرق کچھ بھی نہیں دیکھئے ایک اُس دیہاتی شخص سے
جس نے ریل کبھی دیکھی نہ ہو کہا جاوے کہ ریل بلا گھوڑے بیل کے چلتی ہے تو وہ حیران
رہ جاوے گا اور جب کہا جاتا ہے کہ نطفہ رحم میں گرتا ہے تو اس سے زندہ انسان ایسا عاقل
صاحب ہوش وحواس پیدا ہو جاتا ہے تو اس سے بالکل تعجب نہیں کرتا حالانکہ درحقیقت
مستبعد ہونے میں دونوں برابر ہیں بلکہ یہ واقعہ ریل کے واقعہ سے بدرجہا زیادہ حیرت انگیز
ہے جیسا کہ ظاہر ہے وجہ دونوں میں فرق کرنے کی یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کا واقعہ
ہر وقت دیکھتے دیکھتے داخل عادت ہو گیا ہے اور ابھی ریل اس نے دیکھی نہیں چند دفعہ
دیکھنے کے بعد بھی یہ داخل عادت ہو جاوے گی ہم نے خود دیکھا ہے کہ جن دیہات میں ریل

(ا) اور امر ثانی کو وہ ہوش سنبھالنے ہی کے وقت سے دیکھتا آیا ہو تو ضرور وہ امر اول کو اس وجہ سے عجیب سمجھے گا اور امر ثانی کو باوجودیکہ وہ امر اول سے عجیب تر ہے عجیب نہ سمجھے گا اسیطرح جس شخص نے گراموفون سے ہمیشہ باتیں نکلتے دیکھا مگر ہاتھ پاؤں کو باتیں کرتے نہیں دیکھا وہ گراموفون کے اس فعل کو عجیب نہیں سمجھتا اور ہاتھ پاؤں کے اس فعل کو عجیب سمجھتا ہی اور عجیب

(ح) نئی نئی نکلی تو ریل کو دیکھکر گنوار اور جاہل لوگ ڈنڈوت کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے یہ بھی بڑا دیوتا ہے کہ آپ سے آپ چلتا ہے اور اب کوئی بھی ڈنڈوت نہیں کرتا کیونکہ عادت ہوگئی اور ریل کوئی نئی چیز نہیں رہی۔ اسکی نظیر ایک شرعی تحقیق ہے کہ قیامت کے دن آدمی کے اعضا بولینگے اور اعمال کا اقرار اور گواہی دینگے اسکو سنکر تعجب ہوتا ہے کیونکہ مستبعد اور عادت کے خلاف ہے کبھی ایسا دیکھا نہیں اور گراموفون سے باتیں نکلتے دیکھکر تعجب نہیں ہوتا کیونکہ اسکو بار بار دیکھ لیا ہے ورنہ درحقیقت دونوں مین کچھ بھی فرق نہیں گراموفون بھی بیجان چیز ہے جو بولتی ہے اور اعضا بھی بیجان چیز ہیں جو بولیں گے بلکہ اعضا کو بیجان کہنا بھی صحیح نہین اسواسطے کہ دنیا میں جبتک رہے ان میں حیات تھی اور جب قیامت میں اٹھینگے تب بھی جاندار ہونگے جبکہ بیجان چیز میں یہ قوت ہے کہ وہ بات کو اخذ کرلیتی ہے اور عند الضرورت پھر نکالدیتی ہے تو اگر جاندار چیز میں یہ قوت ہو تو کیا تعجب ہے یہ مضمون قرآن شریف میں

٤٣

اسطرح مذکور ہے وقالوا لجلودھم لم شھدتم علینا قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شیٔ

وھو خلقکم اول مرۃ والیہ ترجعون۔ ترجمہ اور (جنکے اعضاء قیامت کے دن بولینگے) وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے اوپر گواہی کیوں دی تو کھالیں جواب دینگی ہم کو اس اللہ نے گویائی دی جس نے اور سب چیز کو گویائی دی اور اسی نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور اسیکی طرف تم لوٹنے والے تھے حاصل جواب کا یہی ہے کہ بولنے والی چیزوں میں گویائی کہاں سے آئی وہیں سے ہر چیز میں آسکتی ہے بلفظ دیگر اعضا کا بولنا مستبعد سہی (جیساکہ لوگ اپنی کھالوں سے تعجب سے پوچھینگے) مگر خلاف عقل نہیں کوئی دلیل اسکے محال ہونے کی موجود نہیں بلکہ ممکن ہونے کی دلیل موجود ہے وہ یہ کہ گویائی کسی چیز میں

(ا) سمجھنے کا تو مضائقہ نہیں لیکن یہ سخت غلطی ہے کہ عجیب کو محال سمجھے اور محال سمجھکر نص کی تکذیب کرے یا بلاضرورت اسکی تاویلیں کرے غرض محض استبعاد کی بنا پر اسمیں احکام محال کے جاری کرنا غلطی عظیم ہے البتہ اگر علاوہ استبعاد کے اور کوئی دلیل صحیح بھی اسکے عدم وقوع پر قائم ہو تو اسوقت اسکی نفی کرنا واجب ہے جیسا کہ علا میں کلکتہ سے دہلی تک ایک گھنٹہ میں ریل کے پہونچنے کی مثال ذکر کی گئی اور اگر دلیل صحیح اسکے وقوع پر قائم ہو اور وقوع پر اس درجہ کی دلیل نہ ہو تو اسوقت وقوع کا حکم واجب ہوگا مثلاً جبتک خبر بلاتار پہنچنے کی ایجاد

(ح) ہونا اپنا کمال ذاتی نہیں بلکہ کسی کے (حق تعالٰے کے) دینے سے آیا ہے تو وہ جس کو بھی گویائی دیدیں اسی میں آسکتی ہے غرض اعضا کا بولنا ممکن ہے کوئی دلیل عقلی اسکے محال ہونیکی نہیں ہاں نئی سی بات اور مستبعد ہے سو مستبعد ہزاروں چیزیں ہیں بلکہ ہر نئی چیز مستبعد ہے دیکھتے دیکھتے استبعاد جاتا رہا ہے نئی بات ہونے کی وجہ سے اعضا کے بولنے پر تعجب ہونے کا مضائقہ بھی نہیں یہ ایک فطری بات ہے کہ نئی بات پر تعجب ہوا کرتا ہے لیکن اس تعجب کو اس حد تک بڑھا دینا کہ اسکو محال اور ناممکن سمجھ لیا جاوے اور (نعوذ باللہ) قرآن وحدیث کی خبر کو غلط سمجھا جاوے یا اسمیں بلاوجہ تاویلیں کیجاویں یہ محض بددینی اور بیوقوفی اور جہالت ہے اور یہ اس قاعدہ کے خلاف ہے جسکو بدیہی دلیلوں سے ثابت کردیا گیا ہے اور مسلم ہو چکا ہے کہ محال اور چیز ہے اور مستبعد اور چیز اور دونوں کا حکم ایک نہیں محال کی خبر کو فوراً جھٹلا سکتے ہیں اور مستبعد کی خبر کو محض مستبعد ہونے کی بنا پر نہیں جھٹلا سکتے ہاں اور کوئی دلیل اسکے جھٹلانیکی ہو تو ضرور جھٹلانا چاہیئے جیسا علا میں گذرا کہ ایک ٹرین کلکتہ سے دہلی پہنچی اسمیں سے اترنیوالے مسافروں کے سامنے ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ ٹرین کلکتہ سے دہلی ایک گھنٹہ میں آئی ہے تو یہ بات مستبعد ہے لیکن محال نہیں کیونکہ کوئی دلیل عقلی ایسی موجود نہیں جس سے ثابت ہو جاوے کہ ایسا ہونا ناممکن ہے بلکہ عقل اسکو جائز رکھتی ہے ہاں ایسی تیز رفتار گاڑی ابتک دیکھی اور سنی نہیں گئی اسواسطے گونہ تعجب ہو سکتا ہے لیکن اس تعجب کی بنا پر اس دعوے کرنیوالے کو جھٹلا نہیں سکتے کیونکہ ایک امر ممکن کا دعوی کر رہا ہے ہاں ایک دوسری دلیل جھٹلانیکے لئے

۴۴

(ا) شائع اور مسموع نہ ہوئی تھی اُسوقت اگر کوئی خبر دیتا کہ میں نے خود اسکو دیکھا ہے تو اگر اس خبر دینے والے کا پہلے سے صادق ہونا یقیناً ثابت نہ ہوتا تو گو تکذیب کی حقیقۃ تو گنجائش نہ تھی مگر ظاہراً کچھ گنجائش ہوسکتی تھی لیکن اگر اسکا صادق ہونا یقیناً ثابت ہوتا تو اصلاً گنجائش تکذیب کی نہیں ہوسکتی یہ ہیں وہ جُدا جُدا احکام محال

(ح) موجود ہے وہ یہ کہ یہ مسافر سب خود دیکھتے آرہے ہیں کہ کلکتہ سے وہ ریل کسوقت چلی تھی اور کسوقت دہلی پہنچی اس حساب سے تخمیناً بیس بائیس گھنٹے میں پہنچی ہے تو خود دیکھنے والوں کے سامنے اسکا یہ کہنا کہ یہ ٹرین کلکتہ سے ایک گھنٹے میں آئی ہے کیسے قابل تسلیم ہوسکتا ہے تو اس دعوی کی تکذیب محض مستبعد ہونے کی بنا پر نہیں کی گئی بلکہ ایک دوسری دلیل سے کی گئی مستبعد ہونے کا اثر صرف یہ ہوسکتا ہے کہ گو نہ تعجب ہو لیکن اگر کوئی دلیل جانب موافق کی ہو تو اسکے موافق حکم ہوگا اور دلیل جانب مخالف کی ہو تو اسکے موافق حکم ہوگا واقعہ مذکورہ میں چونکہ دلیل جانب مخالف کی موجود ہے اس واسطے اس خبر کو جھٹلایا گیا اور اگر ایسا واقعہ ہوتا کہ خبر کی جانب موافق کی تائید کسی اور دلیل سے ہوتی تو جانب موافق کا قائل ہونا پڑتا بلکہ اگر ایسا بھی ہو کہ جانب موافق کی دلیل تو ہے ہی جانب مخالف کی بھی ہے لیکن اس درجہ کی نہیں جس درجہ کی جانب موافق کی ہے تب بھی ترجیح جانب موافق کو ہوگی اور اسی کا قائل ہونا ضروری ہوگا مثلاً تار میں خبر جانا ایک عجیب چیز ہے مگر بکثرت رواج ہونے سے اسکا استبعاد بالکل جاتا رہا ہے لیکن تھوڑے زمانہ سے اسمیں یہ ایجاد اور ہوئی ہے کہ تار کا سلسلہ درمیان میں ہونے کی بھی ضرورت نہیں رہی صرف ایک آلہ یہاں ہو اور ایک ہزار کوس پر تو وہ ہی کام ہوسکتا ہے جو تار کے سلسلہ سے ہوتا یہ بات بہت زیادہ عجیب ہے اور مستبعد ہے لیکن محال نہیں اسواسطے کہ کوئی دلیل عقلی اس بات کی نہیں ہے کہ ایسا ہونا ناممکن ہے ہاں تعجب کی بات ضرور ہے پس اگر کوئی ایسی جگہ جا کر یہ خبر دے جہاں لوگوں نے مطلقاً اس ایجاد کو دیکھا سُنا نہ ہو اور کہے کہ میں نے خود ایسا آلہ دیکھا ہے جسمیں بلا سلسلہ تار کے خبر جاتی ہے تو اس قاعدہ کے بموجب کہ مستبعد کا انکار محض مستبعد ہونے کی بنا پر جائز نہیں اسکا انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں دوسری دلیل کو دیکھا جائے مثلاً وہ دلیل یہ ہے

۴۵

(۱) و مستبعد کے اس بنا پر پلصراط کا بکیفیت کذائیہ گذرگاہ خلائق بننا چونکہ محال نہیں صرف مستبعد ہے اور اسکے وقوع کی مخبر صادق نے خبر دی ہے اسلئے اس عبور کی نفی اور تکذیب کرنا سخت غلطی ہے اسیطرح اسکی تاویل کرنا ایک فضول حرکت ہے۔

(ح) کہ کہنے والا بہت معتبر اور سچا آدمی ہے جسکا سچا ہونا پہلے سے مانا ہوا ہے تو اس صورت میں اُسکو نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں اور ضرور ہے کہ یقین کیا جاوے گو ابھی تک سمجھ میں نہ آوے اور حیرت سی رہے اور اگر فرض کیا جاتے کہ وہ کہنے والا ایک اجنبی اور غیر شناسا آدمی ہے اور کبھی اسکے سچے یا جھوٹے ہونے کا تجربہ نہیں ہوا تو ایک گونہ دلیل جانب مخالف کی بھی موجود ہے ممکن ہے کہ جھوٹ بولتا ہو لیکن اس وجہ سے کہ ہمارے پاس کوئی دلیل یقیناً اسکے جھوٹے ہونے کی بھی نہیں ہے اور وہ ایک ایسی بات کا دعوی کر رہا ہے جو عقلاً باطل نہیں ہے لہذا ترجیح اسکے سچے ہونے ہی کو ہوگی اور یہ کہنے کی گنجایش نہ ہوگی کہ یہ تعجب کی بات ہے کہ بلا سلسلہ تار کے خبر جا سکے لہذا یقیناً غلط ہے خلاصہ یہ کہ مستبعد کی تکذیب محض مستبعد اور عجیب ہونے کی بنا پر جائز نہیں اس تقریر سے محال اور مستبعد کی تعریف اور دونوں کے حکمون مین فرق صاف ظاہر ہو گیا اس سے شرعی بہت سی تحقیقات مثلاً پلصراط کا بہئیت کذائی یعنی بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہونے اور میزان مین اعمال تلنے وغیرہ کا ثبوت ہوتا ہے جنکی خبرین شریعت میں آئی ہیں اور وہ باتیں صرف مستبعد ہیں (شرعی تحقیقات محال ایک بھی نہیں) ان سے تعجب تو ہو سکتا ہے کیونکہ عادت کے خلاف ہیں لیکن صرف مستبعد ہونے کی وجہ سے انکو غلط نہیں کہہ سکتے جیسا کہ اصل علے کا یہی مقتضا ہے بلکہ یہ کہینگے کہ اگر کوئی دلیل ایسی موجود ہو جس سے انکا صحیح ہونا ثابت ہو تو انکا ماننا واجب ہوگا اور اگر کوئی دلیل ان کو غلط ثابت کرنے والی ہو تو غلط کہا جاویگا صرف مستبعد اور انوکھا ہونا غلط کہنے کے لئے کافی نہیں سو یہاں خبر دینے والے کی سچائی اپنے موقع پر نہایت مستحکم دلیلوں سے ثابت ہو چکی ہے وہ خبر دینے والا کون ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ

۵ یعنی جسطرح پر حدیث میں وارد ہے کہ پلصراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا اور اسپر تمام آدمیوں کو چلنا ہوگا ۱۲

(۱) نمبر ۴ موجود ہونے کے لئے محسوس و مشاہد ہونا لازم نہیں۔

شرح۔ واقعات پر وقوع کا حکم تین طور پر کیا جاتا ہے ایک مشاہدہ جیسے ہم نے زید کو آتا ہوا دیکھا دوسرے مخبر صادق کی خبر جیسے کسی معتبر آدمی نے خبر دی کہ زید آیا اسمیں یہ شرط ہوگی کہ کوئی دلیل اس سے زیادہ صحیح اسکی تکذیب نہ ہو

(ح) علیہ وسلم اور دیگر انبیا علیہم السلام۔ رسالت کا مسئلہ اپنے موقع پر ایسا ثابت ہے کہ کسی کو مجال دم زدن باقی نہیں جب وہ خبرین ایسے مخبرون کی دی ہوئی ہیں تو ترجیح جانب وقوع کو ہوگی اور اسپر عقیدہ رکھنا اور انکو صحیح سمجھنا جس کیفیت سے کہ شریعت میں آیا ہے واجب ہوگا انکو جھٹلانا سخت غلطی ہوگی اور انکی توجیہات ایسی کرنا جو محض استبعاد پر مبنی ہوں فضول حرکت اور ناجائز بات ہوگی (پلصراط کے متعلق کسیقدر مفصل بحث اصل ۱ میں گذر چکی ہے) یہ تاویل کرنا ایسا ہوگا جیسے اس بے تار کے خبر رسانی کی مثال میں وہ شخص جسکے سامنے سچے اور معتمد علیہ شخص نے کہا ہو کہ میں نے خود اسکو دیکھا ہے یہ تاویل کرے کہ آپکی مراد یہ ہے کہ بذریعہ قاصد کے خط پہنچایا جاتا ہے کیونکہ بلا سلسلہ تار کے خبر تو پہنچنا ناممکن اور محال ہے پس یہی مراد ہوسکتی ہے کہ قاصد کے ذریعہ سے خط پہنچایا جائے یہ کیسی زبردستی ہے اسکو تاویل القول بمالا یرضی بہ قائلہ کہتے ہیں۔

حق تعالےٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اس اشرف ہونے کا ذریعہ علم ہے انسان کو علم دیا ہے دوسری مخلوقات کو ایسا علم نہیں دیا علم وادراک ایک ہی چیز ہے ادراک کے لئے کئی قسم کے آلات عطا فرمائے ہیں ان آلات کو حواس کہتے ہیں انکی دو قسمیں ہیں ایک حواس ظاہرہ اور وہ پانچ ہیں۔ آنکھ۔ کان۔ ناک۔ زبان۔ لمس یعنی چھونے سے پہچاننا ان حواس سے ادراک کرنے کو احساس اور مشاہدہ کہتے ہیں اور پانچ حواس باطنی اور ہیں ان کے سامنے یہ حواس ظاہری مثل نوکروں چاکروں کے ہیں ۵

پنج حسہا دادہ اندر درج سر ٭ پنج حس دیگرے ہم مستتر

کتب طب میں ہے الحواس الظاہرۃ کالجواسیس للباطنۃ۔ یعنی ظاہری حواس خمسہ باطنی حواس خمسہ کے سامنے مثل مخبر کے ہیں حواس ظاہری ہی ایسی عجیب چیزین ہیں

(ا) مثلاً کسی نے یہ خبر دی کہ زید رات آیا تھا اور آتے ہی تم کو تلوار سے زخمی کیا تھا
حالانکہ مخاطب کو معلوم ہے کہ مجھکو کسی نے زخمی نہیں کیا اور نہ اب وہ زخمی ہے
پس یہاں مشاہدہ (جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ زخمی نہیں ۱۲) اسکا مکذب ہے اس لئے اس خبر کو غیر واقع کہیں گے۔

(ح) کہ اُنکی ماہیت کوئی فلسفی نہیں بیان کر سکتا (دیکھو کتاب العقل[۱]) تا بہ باطنی چہ رسد۔ مختلف اور متفرق ادراکات حیوانات کو بھی ہیں بلکہ بعض کے نزدیک جمادات کو بھی مثلاً لوہا مقناطیس کو پہچان لیتا ہے[۲] وغیرہ وغیرہ لیکن اتنے وسیع ادراکات کسی قسم کی مخلوقات کو عطا نہیں ہوئے جتنے انسان کو عطا ہوئے ہیں لیکن یہ ادراکات حواس ظاہری اور باطنی سب کے افعال کے ملنے سے پورے ہوتے ہیں کتب طب اور فلسفہ میں اُنکی تفصیل شرح وبسط کے ساتھ موجود ہے یہاں تفصیل کا موقع نہیں یہاں صرف یہ کہنا ہے کہ تمام ادراکات کا حصر صرف دیکھنے میں یا ظاہری حواس کے فعل میں نہیں ہے بلکہ پانچوں ظاہری اور پانچوں باطنی کے افعال ملنے سے اسکی تکمیل ہوتی ہے بعض باتیں حواس ظاہری سے ادراک کیجا سکتی ہیں اور بعض نہیں کیجا سکتیں تو ایسی چیزوں کی نسبت جو حواس ظاہری کے ادراک میں نہ آئی ہوں یوں کہدینا کہ یہ چیز ہم نے مثلاً دیکھی نہیں لہذا اسکا وجود ہی نہیں یہ سخت غلطی ہے یہ ایسا ہے جیسے کوئی بچا نہ پر چاندی سونے کے ورق لپٹے ہوئے آنکھ سے دیکھکر اسکو کھانا شروع کر دے اور ناک سے اسکو نہ سونگھے اور جب اس سے کہا جائے کہ یہ بُری چیز ہے تو کہے اسمیں کوئی بُرائی نہیں ہم نے آنکھ سے دیکھ لیا ہے نہایت چمکدار خوش منظر چیز ہے ہم آنکھ سے دیکھنے پر اعتماد کرتے ہیں تم ایک فرضی برائی کے قائل ہو جو نظر میں نہیں آتی اور مشاہدہ کے خلاف ہے اسکا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ ادراک آنکھ ہی میں منحصر نہیں بعض چیزوں کا ادراک دوسرے حواس سے ہوتا ہے انکو کام میں لانا چاہیئے اور ان کو کام میں نہ لگانے کا نتیجہ گوہ کھانا ہے اسیطرح کہا جاتا ہے کہ ادراک حواس ظاہری پر بھی ختم نہیں ہے بعض باتیں ایسی بھی ہیں کہ حواس ظاہری کے ادراک میں آ ہی نہیں سکتیں۔

[۱] کتاب العقل ایک فاضل اجل حیدرآبادی کی تصنیف ہے جسمیں بہت شرح وبسط کے ساتھ بطور سوال وجواب ثابت کیا ہے کہ حضرت حق جل وعلا شانہٗ کی ذات صفات میں بحث کرنا تو چھوٹا منہ بڑی بات ہے اپنے حواس کی ہی ماہیت اور کنہ جسمیں دریافت ہوتا۔ بہت قابلیت کے ساتھ لکھی گئی ہے اور قابل دید کتاب ہے۔ [۲] گو اسکو عرف میں کشش طبعی کہا جاتا ہے لیکن عند التحقیق یہ حس و ادراک ہے ہمیشہ ایسا دیکھکر اسکو لازم ذات اور کشش کہدیا گیا ہے ۱۲ منہ۔

(باقی آئندہ)

این سفال و این فتیلہ دیگرست	لیک نورش نیست دیگر زان سرست
گر نظر در شیشہ داری گم شوی	زانکہ از شیشہ است اعداد دوئی
ور نظر بر نور داری وارہے	از دوئی و اعداد جسم ای منتہے
از نظرگاہ است اے مغز وجود	اختلاف مومن و گبر و جہود

قصہ بیان کرنے کے بعد مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صورت قصہ موسے میں تمہارا دل پھنسکر رہ گیا ہے اور تم نے سمجھ لیا ہے کہ یہ قصے ہیں جو گذر چکے لیکن یہ تمہاری غلطی ہے تم کو اس میں امور ذیل کا لحاظ رکھنا چاہیئے اول یہ کہ صورت محض روپوشی کے لئے ہے ورنہ تمہارا حصہ اسمیں سے نور موسے ہے یعنی اس سے عبرت حاصل کرکے تم کو بھی اسی قسم کا نور حاصل کرنا چاہیئے جو موسے علیہ السلام کو حاصل تہا یعنی معرفت حق سبحانہ۔ دوم یہ کہ موسے و فرعون خود تیرے اندر بھی موجود ہیں یعنی نفس و روح پس تجھے انکو اپنے اندر ڈہونڈہنا چاہیئے اور موسے روح کی حمایت کرکے فرعون نفس کو شکست دینی چاہیئے۔ تیسرے یہ کہ موسے صرف وہی نہ تھے جو گذر گئے بلکہ موسے قیامت تک پیدا ہوتے رہینگے اور اہل اللہ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا پس تجھکو انکے ساتھ وہ برتاؤ نہ کرنا چاہیئے جو فرعون نے موسے معروف کے ساتھ کیا تھا بلکہ انکی طاعت کرنا چاہیئے اہل اللہ کو ہم نے موسے اسلئے کہا کہ موسے اپنی جسمیت کے لحاظ سے موسے نہ تھے کیونکہ جسمیت کے لحاظ سے ان میں اور دیگر لوگوں میں امتیاز نہیں بلکہ وہ نور حق سبحانہ تھا جس نے موسے کو موسے بنایا تہا اور وہی نور اپنی قدر مشترک کے لحاظ سے ان میں بھی موجود ہے گو خصوصیات مختصہ کے ذریعہ سے انمیں فرق بھی

۲۳۳

ہوا اسلیئے وہ بھی حکماً مو ٔے ہونگے چراغ بتی یعنی اجسام متعدد سہی مگر شعلہ یعنی نور حق سبحانہ
تو سب میں ایک ہے لہذا انکو متحد کہنا کچھ بیجا نہیں اب ہم تم کو اس سے بھی زیادہ واضح مثال
سے سمجھاتے ہیں مثلاً اگر ایک چراغ روشن ہوا اور اسکا عکس مختلف شیشوں میں نظر آتا ہو
پس اس صورت میں اگر تم شیشوں کے تعدد پر نظر کرکے نور کو متعدد کہو گے تو یہ تمہاری غلطی
اور راہ صواب سے گم شدگی ہوگی کیونکہ تعدد فی الحقیقت نور میں نہیں بلکہ شیشوں میں ہے
اور اگر نور کو دیکھوگے تو تم تعدد و اثنینیت سے رہائی پاؤگے اور ٹھیک راستہ پر چلوگے
یوں ہی افراد اہل اللہ بھی بمنزلہ متعدد شیشوں کے ہیں جن میں حق سُبحانہ کا نور واحد جلوہ نما
ہے اور تعدد محال سے متعدد نظر آتا ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب یہ مسئلہ صاف ہو گیا
کہ دیگر اہل اللہ بھی مو ٔے ہیں (لیکن اس اتحاد سے سب کے نبی اور رسول ہونے کا شبہ
نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اول تو یہ مثال تقریبی ہے تحقیقی نہیں لہذا مثال کے کل احکام کا ممثل لہ
کیلیئے ثابت کرنا بھی صحیح نہ ہوگا اسکے علاوہ مثال میں بھی من کل الوجوہ اتحاد نہیں کیونکہ شیشوں
کے تکدر اور شفافی کے اختلاف سے۔ نیز انکے رنگوں کے مختلف ہونے سے۔ مرتبہ ظہور میں ۲۳۴
اس نور میں اختلاف ہوجاویگا کہیں وہ زیادہ روشن ہوگا کہیں کم کہیں اس سے کم کہیں
سُرخ ہوگا کہیں سبز کہیں زرد کہیں سفید یں نور حق سبحانہ میں اختلاف ہے کہیں وہ
نور نبوت ہے کہیں نور ولایت کہیں کم ہے کہیں زیادہ لیکن اس اختلاف کو بھی اس اختلاف
کی مثال تام نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ مثال تقریبی سمجھنا چاہیئے چونکہ الفاظ اصل حقیقت کو ظاہر
نہیں کرسکتے جیسا کہ مولانا بھی جابجا اسکی شکایت کرتے ہیں اسواسطے مدعا کو ایسے الفاظ میں ظاہر
کیا جاتا ہے جسکا مدلول مقصود سے فی الجملہ مناسبت رکھتا ہے یہ بڑی لغزش کی جگہ ہے
اس سے ہوشیار رہنا چاہیئے اور دھوکا کھاکر گمراہی مین نہ پڑنا چاہیئے) چونکہ اختلاف حکم توحد
و تعدد نور اختلاف محال نظر سے پیدا ہوا تھا اسکی مناسبت سے استطراداً ایک اور
اختلاف کو جتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مومن اور آتش پرست اور یہودی وغیرہ میں جو
اختلاف ہے اسکا منشا بھی اختلاف مواقع نظر ہے لیکن مومن کی نظر حقیقت پر ہے اسلیئے
اسکا حکم و اعتقاد صحیح اور وہ مہتدی ہے اور دوسروں کی نظرین غیر حقیقت پر ہیں اسلیئے انکے

اعتقادات و احکام غیر صحیح اور وہ گمراہ و ضال ہیں آگے اس اختلاف کو ایک مثال سے ظاہر کرتے ہیں مگر یہ مثال بھی تقریبی ہے تحقیقی نہیں وہو کا نہ کھانا چاہیئے۔

ذکرِ موسیٰ بند خاطر ہا شد ست ۔ کاین حکایتہاست کہ پیشین بدست

یعنی موسےٰ علیہ السلام کا ذکر قلوب کے لیئے قید ہو گیا ہے کہ یہ حکاتیں ہیں اگلی جو کہ پہلے تھے مطلب یہ کہ لوگ صرف حکایت و ذکر موسےٰ کو دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ تو پہلونکی حکاتیں ہیں جو کہ گذر چکے ہیں اب انکا کوئی اثر نہیں ہے حالانکہ۔

ذکر موسیٰ بہر روپوش است ولیک ۔ نور موسےٰ نقد تست ای یار نیک

یعنی ذکر موسےٰ علیہ السلام تو ایک روپوش ہے ولیکن نور موسےٰ تمہاری جانکا نقد ہے اے یار نیک مطلب یہ کہ یہ ذکر موسےٰ تو ایک واسطہ ہے کہ اسکے ذریعہ سے انکی حالت کو ظاہر کیا جاتا ہے یہ صرف یہ وہ ذکر حالات موسوی ہے ورنہ وہ نور جو کہ موسےٰ علیہ السلام کے اندر تھا تمہارے اندر بھی موجود ہے اور وہ ملکات حسنہ درجہ استعداد میں تمہارے اندر موجود ہیں انکو حاصل کرو اور انکو ترقی دو۔

موسیٰ و فرعون در ہستی تست ۔ باید این دو خصم را درخویش جست

یعنی موسےٰ و فرعون خود تمہارے اندر موجود ہیں تو ان دونوں متخاصمین کو اپنے اندر تلاش کرنا چاہیئے موسےٰ سے مراد ملکات حسنہ اور فرعون سے ملکات سیئہ مطلب یہ کہ خود تمہارے اندر ملکات حسنہ اور سیئہ دونوں موجود ہیں تو تم کو چاہیئے کہ اپنے اندر ان دونوں چیزونکو تلاش کرو اور ایک کو مغلوب اور دوسرے کو غالب کرو اب چونکہ یہاں شبہ ہوتا تھا کہ

اب موسے علیہ السلام کا نور کہاں ہے وہ تو مدت ہوئی ہے کہ گذر گئے ہیں اسکا جواب فرماتے ہیں کہ۔

تا قیامت ہست از موسیٰ نتاج — نور دیگر نیست دیگر شد سراج

یعنی موسے علیہ السلام سے قیامت تک توالد ہوگا تو نور دوسرا نہیں ہے ہاں چراغ دوسرا ہوگیا ہے مطلب یہ کہ قیامت تک موسے علیہ السلام کی اولاد معنوی باقی رہے گی اور وہ نور موسوی قیامت تک قائم رہیگا توجب انکی اولاد معنوی قیامت تک باقی ہے تو انکا وہ نور بھی اسیطرح باقی ہے اور تمہارے اندر بھی موجود ہے اسلئے کہ تم بھی مسلمان ہو ہاں بوجہ تشخص بدل جانے کے ایسا ہوگیا ہے کہ جیسے دو چراغ ہوں کہ انکا جو نور ہے وہ بالنوع تو ایک ہی ہے صرف تشخص بدل گیا ہے اسیطرح تمہارے اندر بھی بالنوع تو وہی نور ہے سمجھے ہاں تشخص کے بدل جانے سے تشخصات مختلف ہوگئے ہیں مگر ہیں سب اسیکی افراد آگے اور توضیح فرماتے ہیں کہ۔ ۲۴۳۶

این سفال و این فتیلہ دیگر است — لیک نورش نیست دیگر زان سر است

یعنی یہ چراغ اور یہ فتیلہ دوسرا ہے لیکن نور اسکا دوسرا نہیں ہے وہ اسی طرف سے ہے سفال و فتیلہ سے مراد تشخص انسانی مطلب وہی کہ صرف تشخصات بدل گئے ہیں ورنہ تمہارے اندر بھی وہی نور ہے جو کہ موسے علیہ السلام میں تھا اور وہ نور بھی غیب سے تھا اور یہ بھی یہاں تو مولانا نے اس نور کو تشخصاً دو اور حقیقۃً ایک کہا تھا آگے اور ترقی فرماکر کہتے ہیں کہ۔

گر نظر در شیشہ داری گم شوی — زانکہ از شیشہ است اعداد دوی

یعنی اگر تم نظر شیشہ میں رکھو تو گم ہوگئے اسلئے کہ تعدد اور دوئی تو شیشہ ہی کی وجہ سے ہے۔

در نظر بر نور داری وارہی — از دوئی و اعداد جسم اے منتہی

یعنی اور اگر نظر نور پر رکھو گے تو دوئی اور تعدد سے چھوٹ جاؤ گے اے منتہی۔ مطلب یہ کہ مثلاً ایک لیمپ کسی لالٹین کے اندر رکھا ہوا ہے تو جس شخص کی نظر اُس لالٹین کے شیشوں پر پڑ رہی ہے وہ تو سمجھتا ہے کہ ایک نور اس طرف ہے اور دوسرا نور اُس طرف اور تیسرا نور اسطرف علی ہذا اور جو کہ خود اس لیمپ کو دیکھ رہا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ نور خود بذاتہ تو ایک ہی ہے مگر یہ سب اسکے مظاہر ہیں کہ یہ اس طرف سے بھی نظر آ رہا ہے اور اس طرف سے بھی علے ہذا تو اسیطرح وہ نور حق اپنی ذات کے اعتبار سے تو واحد ہی ہے جیسا کہ معلوم ہے مگر اسکے مظاہر مختلف ہیں لہذا ظاہر نظر میں وہ نور متعدد معلوم ہوتا ہے مگر اصل میں وہ ایک ہی ہے تو اوپر تو اس نور کو بھی تشخصاً متعدد کیا تھا یہاں پر اس نور کو بھی ایک فرما دیا۔ صرف اس کے مظاہر مختلف ہو رہے ہیں اسی لئے مسلمانوں میں مختلف فرقے ہیں اور یہ سب مظاہر اسماء کے ہیں کوئی کسی اسم کا ظہور ہے اور دوسری میں دوسرے کا مگر ہیں سب مظاہر حق ہی اب یہاں بھی مولانا نے مسلمانوں ہی کی بابت فرمایا کہ انمیں مختلف مظاہر کی وجہ سے مختلف فرقے ہو رہے ہیں آگے اس سے بھی ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔ ۲۳۷

از نظر گاہ است اے مغز وجود　　اختلاف مومن و گبر و جہود

یعنی اے مغز موجودات (یعنی انسان) یہ مومن و گبر و جہود کا اختلاف نظر گاہ کی وجہ سے ہو رہا ہے مطلب یہ ہے کہ مومنین میں تو وہ نور ایک ہے ہی مگر اس سے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ کفار میں بھی وہی نور ہے اور مومنین اور کافرین میں جو اختلاف ہو رہا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ نظر گاہ مختلف ہے کسیکی نظر کہیں پہونچی اور کسیکی کہیں پس بجز مومن کے اور سب کی نظر غلط پہنچ گئی تو اگر سب کی نظر صحیح ہوتی تو پھر اختلاف کیوں ہوتا اسلئے کہ وہ ذات تو ایک ہی ہے یا اگر ذات تو مختلف ہوتی تب بھی اسقدر اختلاف نہ ہوتا اسلئے کہ ہر شخص اس نور کو اپنے اپنے کیلئے ثابت کرتا اختلاف تو زیادہ اسی وجہ سے ہو رہا ہے کہ باوجودیکہ وہ ذات ایک ہی ہے پھر اسکے بیان میں اختلاف ہو رہا ہے کوئی اسکو کسیطرح تعبیر کر رہا ہے کوئی کسیطرح اور وہ ایک ہی ہے تو بس جب وہ نور واحد ہے تو وہ تو ہمیشہ سے ہے

اور ہمیشہ تک رہے گا اور اُس ہمیشگی کے ضمن میں ہم بھی داخل ہیں لہذا وہ نور ہمارے اندر بھی موجود ہے لہذا چاہیئے کہ اُس نور کو حاصل کریں اور اسکو غالب کریں آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ چند آدمیون نے ہاتھی کو تاریکی میں ہاتھ سے چھوکر دیکھا تو کسی نے اسکو ستون کیطرح بتایا اور کسی نے کسیطرح اسلئے کہ جہان جسکا ہاتھ لگا وہ اسکو سارے کو ویسا ہی سمجھا اسلئے کہ ایک ہاتھ سارے ہاتھی کا احاطہ تو کر ہی نہیں سکتا اسی طرح ہماری نظر کنہ ذات کا تو احاطہ کر ہی نہیں سکتی لہذا جہانتک جسکی نظر پہونچی اس نے ویسا بیان کیا اسلیئے یہ سارا اختلاف واقع ہوا ہے اب حکایت سُنو۔

۲۳۸

پیل اندر خانۂ تاریک بود	عرضہ را آوردہ بودندش ہنود
از برائے دیدنش مردم بسے	اندران ظلمت ہمی شد ہر کسے
دیدنش با چشم چون ممکن نبود	اندر آن تاریکیش کف می بسود
آن یکے را کف بخرطوم اوفتاد	گفت ہمچون ناودانستش نہاد
آن یکے را دست بر گوشش رسید	آن برو چون بادبیزن شد پدید
آن یکے را کف چو بر پایش بسود	گفت شکل پیل دیدم چون عمود

آن یکے بر پشت او بنہاد دست — گفت خود این پیل چون تختے بدست

ہمچنین ہر یک بجزوے چون رسید — فہم آن میکرد ہر جا مے تنید

از نظر گہ گفت شان بُد مختلف — آن یکے دالش لقب داد آن الف

در کف ہر کس اگر شمعے بُدے — اختلاف از گفت شان بیرون شدی

چشم حس ہمچون کف دست و بس — نیست کف را بر ہمہ آن دسترس

چشم دریا دیگرست و کف دگر — کف بہل ور دیدہ در دریا نگر ۲۳۹

جنبش کفہا ز دریا روز و شب — کف ہمی بینی و دریائے عجب

ما چو کشتیہا بہم بر مے زنیم — تیرہ چشمیم و در آب روشنیم

ایک ہاتھی ایک تاریک مکان مین تہا ہندوستانی لوگ اسے دکہانے کے لئے لائے تھے اسکے دیکھنے کے لئے بہت سے آدمی گئے ہر شخص اندہیرے میں گہسا چلا گیا چونکہ اندہیرے میں آنکھ سے تو دیکہا نہیں جا سکتا تھا اس لئے ہاتھون سے ٹٹولتے تھے ایک شخص کا ہاتھ تو اس کی سونڈ پر پڑا اسنے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے پرنالہ دوسریکا ہاتھ کان پر پڑا اس نے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسا پنکھا کسیکا ہاتھ پاؤں پر پڑا اسنے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسا ستون کسی نے اسکی کمر پر ہاتھ رکھا اسنے کہا ہاتھی ایسا ہے

جیسا تخت غرض یون ہی ہر شخص اسکو ویسا ہی سمجھتا تھا جیسا وہ عضو جیپر اسکا ہاتھ پڑتا تھا اور ہر جگہ شیخی مارتا تھا کہ میں نے ہاتھی دیکھا ہے اور اختلاف موقع نظر کے سبب انکی گفتگو مختلف تھی ایک اسکو دال کہتا تھا دوسرا الف۔ لیکن اگر ہر شخص کے ہاتھ میں شمع ہوتی تو انکی گفتگو سے اختلاف دور ہو جاتا پس یہی حالت اختلاف مومن و گبر و یہود وغیرہ کی ہے کہ مومن کے ہاتھ میں شمع ہے یعنی نور باطن یا نور نبوت اسلئے وہ حقیقت سے واقف ہے اور اسکے احکام و عقائد صحیح ہیں اور دوسرون کے پاس دونون شمعین نہیں اسلئے وہ گمراہ ہیں اور انکے اعتقادات خلاف واقع اب تم ایک اور مفید بات سُنو وہ یہ کہ حواس جسمانی تو ایسے ہیں جیسے ہتیلی اور جس طرح ہتیلی سے حقیقت ہاتھی کی معلوم نہیں ہوسکتی تھی یوں ہی حواس جسمانیہ سے بھی ذات و صفات حق سُبحانہ کا صحیح طور پر ادراک نہیں ہوسکتا بلکہ دریا بین[1] اور حق سبحانہ کا ادراک کرنے والی آنکھ اور ہے اور خس و خاشاک غیر اللہ کا ادراک کرنیوالی اور پس تو خاشاک کو چھوڑ اور دریا بین آنکھ سے دریا (حق سُبحانہ) کو دیکھ یہ جس قدر خس و خاشاک یعنی غیر اللہ ہیں سب کی حرکت وغیرہ رات دن دریا یعنی حق سبحانہ ہی کی جانب سے ہے پس بھلے مانس بڑے تعجب کی بات ہے کہ تو خس و خاشاک کو دیکھتا ہے اور دریا کو نہیں دیکھتا اور اتنا نہیں سمجھتا کہ کف دریا کہیں بدون دریا کے بھی ہوتا ہے اور ممکن بدون واجب کے بھی ہوسکتا ہے پس ہم جو آپس میں اختلاف کر رہے ہیں اور گویا کہ کشتیوں کو آپس میں ٹکرا رہے ہیں اسکا منشا حق سبحانہ کا خفا نہیں کیونکہ وہ تو بمنزلہ آب روشن کے ہے بلکہ اس کا باعث ہماری بینائی کا قصور ہے کہ ہم کو دکھائی نہیں دیتا۔

[1] یا یون کہو کہ دریا بین آنکھ اور ہے اور ہتیلی یعنی چشم حس اور کہ اس سے غیر اللہ کا ادراک ہوتا ہے نہ کہ حق سبحانہ کا پس تو ہتیلی (چشم حس) کو چھوڑ اور چشم دریا بین (چشم قلب) سے دریا (حق سبحانہ) کو دیکھ۔

عن ابی هریرة بلفظ المؤمن
اکرم علی الله من بعض
الملئکة وابو المهزم
ترکه شعبة وضعفه
ابن معین ورواه
ابن حبان فی
الضعفاء والبیهقی
فی الشعب
من هذا الوجه بلفظ
المصنف **ف** فیه
دلیل علی بعض اجزاء
مسئلة التفاضل
بین البشر بین الملئکة وفضل
البعض جزئی والبعض کلی

الحدیث قال الله
تعالیٰ انما خلقت الخلق
لیربحوا علی ولم
اخلقهم لاربح
علیهم لم اقف
له علی اصل
قلت والیه

ابوہریرہ سے ان لفظوں سے کہ مومن اللہ تعالیٰ
کے نزدیک بعض ملئکہ سے بھی زیادہ مکرم ہے
اور ابوالمہزم کو شعبہ نے ترک کردیا ہے اور
ابن معین نے اوسکو ضعیف کہا ہے۔ اور
روایت کیا اسکو ابن حبان نے ضعفار میں
اور بیہقی نے شعب میں اسی طریق سے مصنف
کے الفاظ سے (یعنی اوس میں لفظ بعض
نہیں ہے) **ف** اس میں دلیل ہے مسئلہ
تفاضل بین البشر والملئکہ کے بعض اجزار پر
اور بعض بشر کی فضیلت (ملئکہ پر) جزئی
ہے (جیسے عوام مومنین کی کہ باوجود موانع
طبعیہ کے کچھ اطاعت کرتے ہیں) اور بعض
کی کلی ہے (جیسے حضرات انبیار کی کہ قرب
میں بھی افضل ہیں)

حدیث ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے میں نے
مخلوق کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ
مجھ سے نفع حاصل کریں اور اس لئے
پیدا نہیں کیا کہ میں اون سے نفع حاصل
کروں (عراقی کہتے ہیں کہ) میں اس حدیث
کی کسی اصل پر واقف نہیں ہوا میں
کہتا ہوں کہ اسی مضمون کی طرف مولوی

۱۲۷ التفضیل الجزئی للمومن علی بعض الملئکة
تفضیل جزئیہ مومن بر بعض ملئکہ

اشار الرومی بقوله ؎

من نه کردم خلق تا سودے کنم
بلکه تا بر بندگان جودے کنم

واصله فی القرآن من قوله تعالی وهو یطعم ولا یطعم وقوله تعالی لا نسئلک رزقا نحن نرزقک وقوله تعالی ما ارید منهم من رزق وما ارید ان یطعمون ان الله هو الرزاق والمسئلة عقلیة من امتناع استکماله تعالی بالغیر۔ فالحدیث اذن ثابت معنی وان لم یثبت لفظا۔

الحدیث لو لم تذنبوا لخلق الله خلقا یذنبون لیغفر لهم وفی لفظ لذهب بکم الحدیث مسلم من حدیث ابی ایوب واللفظ الثانی من حدیث ابی هریرة

رومی نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے ؎

من نہ کردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

اور اس مضمون کی اصل قرآن مجید (کی ان آیات) میں ہے نمبر۱ وہ اوروں کو کھلاتا ہے اوسکو کوئی نہیں کھلاتا۔ نمبر۲ ہم تمسے رزق نہیں مانگتے ہم تمکو خود رزق دیتے ہیں نمبر۳ میں اون (جن و انس) سے رزق نہیں چاہتا اور نہ یہہ چاہتا ہوں کہ وہ مجکو کھانا کھلاویں بیشک اللہ تعالی وہ خود رزاق ہیں اھ اور یہ مسئلہ (مذکورہ فی الحدیث) عقلی ہے کہ حق تعالے پر استکمال بالغیر محال ہے پس حدیث اس حالت میں بالمعنی ثابت ہے گو باللفظ ثابت نہیں۔

حدیث اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالے ایسی مخلوق کو پیدا کرتے جو گناہ کرتے تاکہ اون کی مغفرت فرماتے اور ایک لفظ میں یہ ہے کہ تمکو (اس عالم سے) لیجاتے روایت کیا اسکو مسلم نے ابو ایوب کی حدیث سے اور لفظ ثانی کو ابوہریرہ کی حدیث سے

استحالۃ استکمال الحق تعالی بالغیر
استحالہ استکمال حق تعالی بالغیر

۱۱۸

قريبًا منه وتمامه وجاء بخلق اٰخرين يذنبون فيغفر لهم **ف** فيه حكمة لوجود الذنب تكوينًا من الخالق لانه حسن لا صدورًا من الخلق لانه قبيح وحاصلها ظهور المغفرة ولم يصل اليها ذهن غير العارفين

الحديث حديث عائشة قلت يا رسول الله الذين يؤتون ما اٰتوا وقلوبهم وجلة هو الرجل يسرق ويزني

اوسیکے قریب اور تتمہ اوسکا یہ ہے کہ (تم کو تو اس عالم سے لیجاتے) اور (بجائے تمہارے) ایک دوسری مخلوق کو لاتے جو گناہ کرتے پھر اون کی مغفرت فرماتے **ف** اسمیں گناہ کے وجود کی حکمت (مذکور) ہے (مگر) اس حیثیت سے کہ وہ حق تعالے کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ ایجاد حسن ہے نہ اس حیثیت سے کہ وہ خلق سے صادر ہوا ہے کیونکہ یہ صدور قبیح ہے اور حاصل اوس حکمت کا ظہور مغفرت ہے اور اس نکتہ تک بجز عارفین کے کسی کے ذہن کی رسائی نہیں ہوئی ؛

حدیث۔ حضرت عائشہ کی حدیث ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ جو آیت ہے یوتون ما اٰتوا وقلوبہم وجلۃ (یعنی دیتے ہیں جو دیتے ہیں اور اونکے دل خوف زدہ ہیں) یہ تمام افعال کو عام ہے کیونکہ سب میں اون کو عدم سے ہستی میں لانا اور وجود دینا ہے) کیا مراد اس سے وہ شخص ہے جو چوری اور زنا کرے۔ (کیونکہ خوف تو ان ہی افعال کے بعد

بعض الحكمة الكلية بعلة ايجاد الذنوب
بعض مصالح کلیہ خلق ذنوب و ذنوب خلق

۱۱۹

قال لا الحديث الترمذی و ابن ماجه والحاكم وقال صحيح الاسناد قلت بل منقطع بين عائشة وبين عبد الرحمن بن سعد بن وهب قال الترمذی وروی عبد الرحمن بن سعد عن ابی حازم عن ابی هريرة وتمامه بل الرجل يصوم ويصلی ويتصدق ويخاف ان لا يقبل منه **ف** فيه عدم الاتكال علی الاعمال، وقطع الغرور والادلال، الا ان يغلب الخوف علی الرجاء من الرحيم ذی الافضال، فان الثابت هو عكسه لمن له بالطاعات اشتغال، من الصلوة والصوم والتصدق بالاموال ومر قريبا تحت حديث لو تعلمون ما اعلم۔

ہوتا ہے) آپ نے فرمایا نہیں (آگے تتمہ آتا ہے) اسکو ترمذی اور ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ اور حاکم نے اسکو صحیح الاسناد کہا میں (یعنی عراقی) کہتا ہوں کہ بلکہ یہ منقطع ہے عائشہ اور عبد الرحمٰن ابن سعد بن وہب کے درمیان میں ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث عبد الرحمٰن بن سعد سے بھی مروی ہے وہ ابو حازم سے روایت کرتے ہیں وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں اور تتمہ حدیث کا (حضور کے اوس ارشاد کے بعد کہ نہیں) یہ ہے کہ (آپ نے فرمایا) بلکہ مراد وہ شخص ہے جو روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور صدقہ دے اور (پھر) ڈرے کہ یہ اوس سے قبول نہ کیا جاوے **ف** اس حدیث میں یہ مضمون ہے کہ اعمال پر اعتماد نہ چاہیئے اور نیز اسمیں قطع ہے غرور اور ناز کا اور یہ مضمون نہیں ہے کہ خوف کو غالب کیا جاوے رحیم ذی افضال سے امید رکھنے پر کیونکہ جس شخص کو طاعات میں اشتغال ہو جیسے نماز سے روزہ سے اموال کا تصدق کرنا اوس کیلئے تو اس کا عکس ثابت ہے چنانچہ یہ مضمون قریب ہی گذر چکا ہے اس حدیث کے تحت میں لو تعلمون ما اعلم الخ

۱۲۰

عدم الاتکال علی الاعمال یعنی تکیہ نکردن بر طاعات

(باقی)

شاہ عبدالقادر صاحب اوّل روز تراویح میں ایک سیپارہ پڑھتے اور اگر انتیس[۲۹] کا چاند ہونیوالا ہوتا تو اول روز دو سیپارے پڑھتے چونکہ اسکا تجربہ ہوچکا تھا اسلئے شاہ عبدالعزیز صاحب اوّل روز آدمی کو بھیجتے تھے کہ دیکھکر آؤ میاں عبدالقادر نے آج کے سیپارہ پڑھے ہیں اگر آدمی یہ آکر کہتا کہ آج دو پڑھے ہیں تو شاہ صاحب فرماتے کہ عید کا چاند تو انتیس[۲۹] ہی کا ہوگا یہ بات دوسری ہے کہ ابر وغیرہ کی وجہ سے دکھائی نہ دے اور حجت شرعی نہ ہونے کی وجہ سے ہم رویت کا حکم نہ لگا سکیں اس میں مولوی محمود حسن صاحب یہ اضافہ فرماتے تھے کہ یہ بات دلّی میں اسقدر مشہور ہوگئی تھی کہ اہل بازار اور اہل پیشہ کے کاروبار اسپر مبنی ہوگئے تھے مثلاً اگر شاہ عبدالقادر صاحب پہلے روز دو سیپارے سُناتے تو لوگ سمجھ لیتے تھے کہ اب کے عید کا چاند انتیس[۲۹] کا ہوگا اور درزی دھوبی وغیرہ انتیس[۲۹] رمضان تک کپڑون کی تیاری کیلئے کوشش کرتے تھے اور انتیس[۲۹] کو حتی الامکان کام پورا کردیتے تھے اور اگر اوّل روز ایک سیپارہ سناتے تو سمجھ لیتے کہ چاند تیس[۳۰] کا ہوگا اور تیس[۳۰] تاریخ تک تیاری کا اہتمام کرتے

حاشیہ حکایت (۸۷) **قولہ** حجت شرعی نہ ہونے کی وجہ سے ہم رویت کا حکم نہ لگا سکیں **اقول** اس سے معلوم ہوا کہ کسی کشف کا واقعیت سے کبھی مختلف نہ ہونا بھی کاملین کے نزدیک شرع کے مقابلہ میں حجت نہیں (**ش ت**)

۱۰۵

(۸۸) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ بات بھی میں نے صدہا لوگوں سے سُنی ہے اور اپنے سب بزرگون سے بھی سنی ہے اور مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری اور مولوی ماجد علی صاحب اور مولوی احمد علی خیرآبادی سے بھی سُنی ہے کہ مولوی فضل حق صاحب اور مفتی صدرالدین صاحب جس روز خود کتاب لیکر جاتے اس روز شاہ عبدالقادر صاحب سبق پڑھاتے تھے اور جس روز کتاب خدمتگار کے ہاتھ لواکر لاتے اُس روز سبق نہ پڑھاتے تھے۔

حاشیہ حکایت (۸۸) **قولہ** جس روز کتاب خدمتگار کے ہاتھ الخ **اقول** دو کمال پر دلالت ہوئی ایک کمال کشف کیونکہ خدمتگار کو استاد کے سامنے تک تھوڑا ہی آنے دیتے تھے دوسرا کمال تربیت کہ ذمیمہ کبر کا کیسا لطیف علاج فرماتے تھے

جو قولی سے انفع ہے (شت)

(۸۹) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی فیض الحسن صاحب فرماتے تھے کہ میرے استاد مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی بیان فرماتے تھے میں حضرت مجدد صاحب کے سلسلہ کا زیادہ معتقد نہ تھا لیکن جب سے میں نے شاہ عبدالقادر صاحب کو اور فلاں بزرگ کو دیکھا ہے اُس وقت سے میں اس سلسلہ کا بہت معتقد ہو گیا کیونکہ اگر وہ سلسلہ فی الحقیقت ناقص ہوتا تو ایسے لوگ اس سلسلہ میں داخل نہ ہوتے (خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی فیض الحسن صاحب نے ان دوسرے بزرگ کا نام بھی لیا تھا مگر مجھے وہ نام یاد نہیں رہا) مولوی فیض الحسن صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ شاہ عبدالقادر صاحب سے کرامات کا اس زور وشور سے صدور ہوتا تھا جیسے خزان کے زمانہ میں پت جھڑ ہو یا بارش کے وقت بوندیں گرتی ہوں۔

حاشیہ حکایت (۸۹) قولہ داخل نہ ہوتے اقول مطلب یہ ہے کہ اس داخل ہونے کا استمرار نہ ہوتا یعنی اگر غلطی سے داخل ہو جاتے تو داخل رہتے نہیں (شت)

۱۰۶

(۹۰) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ بات میں نے صدہا سے سُنی ہے مگر خاص یہ بات میں نے مولانا نانوتوی سے سُنی ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ اس خاندان کے دو غبی ہیں۔ ایک شاہ عبدالقادر صاحب اور ایک مولانا اسحٰق صاحب مولوی فضل حق صاحب اور مفتی صدرالدین صاحب یہ فرمایا کرتے تھے کہ اس خاندان کے لوگ علوم دینیہ جیسے حدیث تفسیر فقہ وغیرہ خوب جانتے ہیں مگر معقولات نہیں جانتے چنانچہ ایک روز جسوقت پڑھنے جارہے تھے ابھی وہ شاہ صاحب تک پہنچے بھی نہ تھے کہ شاہ صاحب نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ ایک بوریا مسجد سے باہر ڈالدو اور ایک مسجد کے اندر اور جب فضل حق اور صدرالدین آئیں تو انکو وہیں بٹھلادو۔ بوریئے حسب الحکم بچھا دیئے گئے اور جب وہ دونوں آگئے تو انکو وہیں بٹھلادیا گیا جب انکے آنے کی شاہ صاحب کو اطلاع ہوئی تو شاہ صاحب تشریف لائے اور آکر اپنے بوریئے پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میاں فضل حق او میاں صدرالدین آج سبق پڑھانے کو تو جی نہیں چاہتا یوں جی چاہتا ہے کہ کچھ معقولیوں کی خرافات میں گفتگو

ہوا انھوں نے فرمایا کہ حضرت جیسے حضرت کی خوشی ہو اسپر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا یہ تبلاؤ
کہ متکلمین کا کونسا مسئلہ ایسا ہے جو فلاسفہ کے مقابلہ میں بہت ہی کمزور ہو انھوں نے عرض کیا
کہ حضرت متکلمین کے تو اکثر مسائل کمزور ہی ہیں مگر فلاں مسئلہ تو بہت ہی کمزور ہے اس پر
شاہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا تم فلاسفہ کا مسئلہ لو اور ہم متکلمین کا اور گفتگو کریں انھوں نے
عرض کیا کہ بہت اچھا اسپر گفتگو ہوئی اور شاہ صاحب نے دونوں کو عاجز کر دیا اس کے بعد
فرمایا کہ اچھا اب یہ تبلاؤ فلاسفہ کا کونسا مسئلہ سب سے کمزور ہے اسپر انھوں نے عرض کیا
کہ فلاں مسئلہ بہت کمزور ہے اسپر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا اب تم متکلمین کا پہلو لو اور
ہم فلاسفہ کا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور شاہ صاحب نے اب بھی ان کو چلنے نہیں دیا جب ہر طرح
ان کو مغلوب کر دیا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ میاں فضل حق اور میاں صدرالدین تم یہ نہ سمجھو
کہ ہم کو معقول نہیں آتی بلکہ ہم نے ان کو ناقص اور واہیات سمجھکر ان کو چھوڑ دیا ہے مگر انہوں نے
ہمیں اب تک نہیں چھوڑا وہ اب تک ہماری قدمبوسی کئے جاتے ہیں یہ قصہ بیان فرماکر خانصاحب
نے فرمایا کہ میں نے اپنے بزرگوں سے تو یوں سنا ہے کہ یہ گفتگو مولوی فضل حق صاحب ۱۰۷
اور مفتی صدرالدین صاحب دونوں سے ہوئی تھی مگر مولوی احمد علی خیرآبادی اور مولوی ماجد علی
یہ فرماتے تھے کہ اس گفتگو میں صرف مفتی صاحب تھے اور مولوی فضل حق صاحب سے گفتگو
نہ ہوئی تھی۔

حاشیہ حکایت (۹۰) قولہ ایک بوریا مسجد سے باہر الخ **اقول** کتنا
دقیق تقوی ہے کہ دونوں بوریئے معقولات ہی کی گفتگو کے لئے بچھائے گئے تھے مگر مدعیان
معقول کی نیت تقویت معقول کی تھی انکا فعل طاعت نہ تھا اُسکے لئے مسجد میں بیٹھنا جائز نہیں
رکھا گیا اور حضرت شاہ صاحب کی نیت تزئیف معقول کی تھی یہ فعل طاعت تھا اس کے لئے
مسجد میں بیٹھنا جائز رکھا گیا (**ش**)

(۹۱) خانصاحب نے فرمایا کہ مجھ سے مولوی عبدالجلیل صاحب علی گڈھی کے صاحبزادے
مولوی اسمٰعیل صاحب نے بیان فرمایا کہ میرے والد مولوی عبدالجلیل صاحب اپنے زمانہ
طالب علمی میں شاہ اسحٰق صاحب کی مسجد میں رہتے تھے اور اس زمانہ میں فتحپوری کی مسجد میں

ایک عالم رہتے تھے جنکا نام آخون شیر محمد تھا میرے والد ان سے تعلیم حاصل کرتے تھے اتفاق سے ایک روز شمس بازغہ کی ایک عبارت کا مطلب انکی سمجھ میں نہ آیا اور وہ جس مسجد میں رہتے تھے اسی مسجد میں ایک مقام پر بیٹھے ہوئے اس عبارت مین غور کر رہے تھے اتفاق سے شاہ اسحٰق صاحب بھی اسیوقت مسجد میں ٹہل رہے تھے شاہ صاحب نے انکے پاس آکر دریافت کیا کہ میاں صاحبزادے بڑے مصروف ہو کونسی کتاب دیکھ رہے ہو والد صاحب نے اسپر کچھ التفات نہیں کیا اور ہوں ہاں کرکے ٹالدیا شاہ صاحب نے دوسری مرتبہ پھر پوچھا کہ میان صاحبزادے ہمیں تو بتاؤ کونسی کتاب دیکھ رہے ہو والد صاحب نے پھر ٹالدیا شاہ صاحب پھر چلے گئے تیسری مرتبہ شاہ صاحب پھر ٹہلتے ہوئے آئے اور آکر والد صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور ذرا اصرار سے پوچھا کہ میاں آخر بتاؤ تو سہی یہ کیا کتاب ہے اور تم اسمیں اتنے مصروف کیوں ہو تب والد صاحب نے مجبور ہو کر کہا کہ یہ کتاب شمس بازغہ ہے میں ایک مقام میں الجھا ہوا ہون اسے سوچ رہا ہوں اسپر شاہ صاحب نے فرمایا کہ کونسا مقام ہے انھون نے انکا جواب بھی لاپروائی سے دیا جب کئی مرتبہ شاہ صاحب نے اصرار کیا تب انھون نے انکو وہ مقام دکھلایا (وجہ انکے ان بے التفاتیونکی یہ تھی کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ شاہ صاحب اور انکے خاندان کے لوگ معقول نہیں جانتے) شاہ صاحب نے اس مقام کو ملاحظہ فرماکر فرمایا کہ تمہارے استاد نے یہ مطلب بتلایا ہوگا اور تم یہ کہتے ہوگے انھون نے اقرار کیا اسپر شاہ صاحب نے اسکا صحیح مطلب بتلایا اور عبارت پر اسکو منطبق فرمادیا۔ ۱۰۸

حاشیہ حکایت (۹۱) قولہ ٹہل رہے تھے **اقول** احیانا اسکا مضائقہ نہیں بشرطیکہ خاص اسی غرض سے مسجد مین داخل نہ ہوا ہو اور عادت کرنا یا اسی قصد سے داخل ہونا مکروہ ہے جیسے دوسرے مباحات جنکے لئے مسجد موضوع نہیں (**ش ت**)

(۹۲) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنی حیات میں اپنی کل جائداد حصص شرعیہ کے موافق اپنی صاحبزادی اور اپنے بھائیون کے نام کردی تھی اور چونکہ مولوی اسمٰعیل صاحب سے آپ کو بہت محبت تھی اور آپ نے انکو متبنی بھی بنایا تھا اسلئے آپ نے بیٹی اور بھائیونکی اجازت سے کچھ حصہ انکو بھی دیدیا تھا اور خود بالکل متوکل ہو کر بیٹھ گئے تھے

(باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ

کا

اسم مبارک، لقب، کنیت

اسم مبارک

آپ کا نام نامی، اسم گرامی عبداللہ مشہور ہے اور یہی صحیح تر ہے بعضوں نے کہا ہے کہ آپ کا نام عتیق تھا لیکن تمام علماء کا اسپر اتفاق ہے کہ یہ آپکا نام نہیں بلکہ لقب ہے اہل النسب[۱] الزبیری وغیرہ کا قول ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام زمانۂ جاہلیت میں عبدالکعبہ تھا اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپکا نام عبداللہ رکھدیا۔

کنیت، لقب

آپ کی کنیت[۲] ابوبکر اور آپ کا لقب عتیق ہے صدیق کے خطاب سے بھی آپ مشہور ومعروف ہیں۔

عتیق لقب ہونیکی وجہ

لیث بن سعد اور احمد بن حنبل[۳] وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ آپ حسن وجمال کی وجہ سے عتیق کے لقب سے ملقب ہوئے (کیونکہ عتیق کے معنی حسن وجمال کے ہیں) مصعب[۴] بن زبیر وغیرہ

---

[۱] کتاب الاستیعاب جلد ۱ مطبوعہ دائرۃ المعارف صفحہ ۳۴۰ و ۳۴۲ [۲] کنیت اسکو کہتے ہیں جسکے شروع میں اب یا ام یا ابن ہو ۱۲ منہ [۳] کتاب الاستیعاب جلد ۱

فرماتے ہیں کہ چونکہ آپکے نسب میں کوئی بات قابل عیب نہ تھی اسواسطے آپ کو عتیق کہتے ہیں۔ بعضوں نے کہاہے کہ عتیق اس وجہ سے لقب ہوا کہ آپ آتش دوزخ سے عتیق یعنی آزاد ہیں چنانچہ ترمذی اور حاکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (آقائے نامدار جناب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم نار دوزخ سے خدا کے آزاد کئے ہوئے ہو اسی روز سے آپ کا نام عتیق ہو گیا۔ عبداللہ بن زبیر کی سند سے بزار اور طبرانی نے بیان کیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ تھا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ تم آتش دوزخ سے آزاد کئے ہوئے ہو اسی دن سے انکا نام عتیق ہو گیا نیز ابو یعلے اپنی مسند میں اور ابن سعد اور حاکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن اپنی کوٹھری میں تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ اکرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے ساتھ باہر صحن مین تشریف فرما تھے میرے اور آپ کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا تھا اچانک حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) تشریف لے آئے حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دوزخ کی آگ سے آزاد شخص کو دیکھنا چاہے وہ ابوبکر کو دیکھ لے انکا نام انکے خاندان والون نے تو عبداللہ ہی رکھا تھا مگر عتیق مشہور ہو گیا۔

ابو نعیم تحریر فرماتے ہیں کہ یہ لقب اس وجہ سے ہوا کہ ہر نیک کام میں آپ سب سے پہلے پیش قدمی کیا کرتے تھے۔

بعضوں[1] نے بیان کیا ہے کہ آپ کے دو بھائی تھے ان میں سے ایک کا نام عتیق تھا جب اسکا آپ کی پیدائش سے قبل انتقال ہو گیا تو آپ کے والد ماجد نے پیدا ہونے کے بعد آپ کا نام عتیق رکھا ابن مندہ اور ابن عساکر موسیٰ بن طلحہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو طلحہ سے دریافت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا نام عتیق کیوں رکھا گیا آپ نے جواب دیا کہ انکی والدہ ماجدہ کی اولاد چونکہ زندہ نہیں رہتی تھی جسوقت آپ پیدا ہوئے تو آپکی والدہ آپ کو لیکر خانہ کعبہ گئیں اور عرض کیا الٰہی! یہ تمہارا بچہ موت سے عتیق (آزاد) ہے مجھے عطا کر دے۔

[1] کتاب الاستیعاب جلد اصفحہ ۳۲۹ - ۱۲منہ

صدیق لقب ہونے کی وجہ

حافظ[1] ابن عبد البر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کتاب الاستیعاب میں صدیق لقب ہونیکی وجہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے "چونکہ آپ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ہر خبر کی تصدیق میں مبادرت کیا کرتے تھے اسوجہ سے آپ صدیق کے مشہور خطاب سے مخاطب کیے گئے۔

سدی فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت ہی میں آپ کا یہ لقب ہو گیا تھا کیونکہ آپ ہمیشہ سچ بولا کرتے تھے۔

نیز جبکہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی صبح کو اسکا قصہ لوگوں سے بیان کیا بت پرستوں کی طعنہ زنی کا تو ٹھکانا ہی کیا ہے اکثر ضعیف الاسلام مسلمان بھی مرتد ہو کر آپ کی ہنسی اڑانے لگے کفار نابکار آپ کا مذاق اڑاتے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ لیجئے آپ نے اپنے دوست کی رات کی نئی من گھڑت کہانی بھی سنی! وہ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس ہوتا ہوا تمام آسمانوں کی سیر کر آیا اور بحالت بیداری آن واحد میں جنت و دوزخ سب کچھ دیکھ آیا سیدنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور پیغمبر ہیں جو کچھ بھی فرمائیں وہ بالکل سچ ہے جب میں ایک لحظہ میں آپ پر وحی آسمانی کا نزول تسلیم کر چکا تو ایک آن میں ملکوتی سیر پر ایمان لے آنا کون بڑی بات ہے اسکے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے اٹھکر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میں نے بیت المقدس دیکھا ہے آپ بیان فرمائیے کہ آپ نے کیا ملاحظہ فرمایا صادق مصدوق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے واقعات بیان کرنے شروع کئے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ آپکی ہر بات کے جواب میں عرض کرتے رہے کہ بیشک سچ ہے اور واقعی درست ہے اسوقت سے آپکا لقب صدیق ہو گیا اسلئے کہ آپ نے سب سے پہلے تصدیق اور ایمان کی دولت سے اپنا دامن بھرا۔

---

[1] کتاب الاستیعاب جلد ا صفحہ ۳۳۱ - ۱۲ منہ

سعید بن منصور اپنی مسند میں تحریر فرماتے ہیں کہ شب معراج میں جب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم "ذی طوی" کے مقام پر پہونچے تو آپ نے فرمایا کہ اے جبرائیل میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ کی تصدیق ابو بکر کرینگے وہ صدیق ہیں چنانچہ ابن اسحٰق بروایت حسن بصری رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ شب معراج کے دوسرے دن آپ کا یہ لقب ہوا۔

دار قطنی اور حاکم نے ابو یحییٰ سے روایت کیا ہے کہ میں نے بہت سی مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بر سر منبر کہتے ہوئے سُنا ہی کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام صدیق رکھا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نسب

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ ہمارے پیغمبر شفیع روز محشر حضرت خیر البشر محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے ساتوین پشت میں ملجاتا ہے خود بھی صحابی والدین بھی صحابی اور اولاد بھی صحابی ہے یہ خصوصیت آپکے سوا کسی صحابی کو حاصل نہیں ہوئی۔

والد کا اسم مبارک

والد ماجد کا اسم گرامی ابو قحافہ عثمان بن عامر قریشی[1] تیمی ہیں آپ فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے۔

---

[1] یہ لقب (قریش) نضر کے وقت سے شروع ہوا اور بقول بعض فہر کے وقت سے۔ حافظ عراقی سیرت منظوم میں تحریر کرتے ہیں ؎ اما قریش فالاصح فہر ✢ جماعہا والاکثرون النضر۔ بعضون نے کہا ہی کہ قریش کا لقب اول قُصی کو ملا۔ علامہ ابن عبدربہ نے عقد الفرید میں تصریح کی ہے کہ قصی نے چونکہ خاندان کو جمع کرکے کعبہ کے گرداگرد آباد کیا اسلئے انکو قریش کہتے ہیں (کیونکہ قریش قرش سے ماخوذ ہے جسکے معنی جمع کرنے کے ہیں چنانچہ محیط المحیط مطبوعہ بیروت صفحہ ۱۶۹۰ پر مذکور ہے قرش الشیٔ ای جمعہ من ھنا وھنا وضم بعضہ الی بعض۔ یعنی جب کسی شے کو ادہر اُدہر سے جمع کرکے بعض کو بعض کے ساتھ ضم کریں اسوقت عربی محاورہ میں قَرَشَ الشیَٔ بولا جاتا ہے) اسی بنا پر انکو مُجمّع بھی کہتے ہیں ایک شاعر کہتا ہے ؎ قصی ابوکم من یسمی مجمعاً ✢ بہ جمع اللہ القبائل من فہر۔ اس لقب کی وجہ میں اختلاف ہی جمہور کا قول یہ ہی کہ قریش ایک دریائی جانور کو کہتے ہیں جو سب دریائی جانوروں سے قوی ہے اس سے سب ڈرتے ہیں چونکہ نضر عرب کے سردار تھے اور بہت قوی تھے اس وجہ سے انکو یہ لقب ملا۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎ وقریش ھی التی تسکن البحر ✢ بہا سمیت قریش قریشا۔ سہیلی کی تحقیق کے مطابق یہ قبیلہ کا نام ہے ۱۲ منہ۔

(باقی آئندہ)

المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ

یعنی اسلامی احکام کی عقلی حکمتیں۔ افسوس ہے کہ خدا تعالےٰ کے احکام بجالانے اور امر و نہی پر عمل کرنے میں ہزاروں حیلے تراشے جاتے اور علتیں دریافت کیجاتی ہیں خصوصاً آجکل نئی تعلیم کے اثر سے علت طلبی کی علت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے اور اکثر جدید تعلیمیافتہ تحقیق اسباب و علل کو آڑ بناکر عمل سے بے پرواہ ہوگئے ہیں مگر خدائے تعالےٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت حکیم الامتہ مدظلہ العالی کو کہ المصالح العقلیہ اُردو زبان میں تالیف فرماکر آزادان ہند کیلئے رموز و اسرار کا ایسا بیش بہا ذخیرہ جمع فرمادیا ہے جو ایک حق طلب و حق پسند کیلئے ہدایت کا معقول ذریعہ ہوسکتا ہے ورنہ خود پسند و نفس پرست کے لئے تو دفتر بھی کافی نہیں۔ قیمت حصہ اوّل نو آنے۔ (۹ ر) خریداران الہادی کیواسطے سات آنے۔

ایضاً حصہ دوم ۱۲ ر خریداران الہادی کیواسطے ۸ ر **ایضاً** حصہ سوم ۱۲ ر خریداران الہادی کیواسطے ۸ ر

التکشف عن مہمات التصوف

چونکہ انقلاب زمانہ سے اصل تصوف لوگونکی نظروں سے روز بروز پوشیدہ ہوتا جاتا ہے اور کوئی نادان دوست اور کوئی کھلا دشمن بنکر اس نورانی علم کو (جو درصل اسلام کی روح ہی) مٹانے کی فکر میں لگا رہتا ہی اسلئے حکیم الامتہ جامع شریعت مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب نے یہ معرکۃ الآرا کتاب تالیف فرمائی ہے جسمیں تصوف اور مسائل تصوف کی تحقیق فرماکر ہر ایک دوست و دشمن کی غلطی کو ظاہر فرمادیا ہے پس جو لوگ اس راہ کو قطع کررہے ہیں یا ادھر متوجہ ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں انکو خصوصاً اور تمام مسلمانونکو عموماً اس کتاب کا مطالعہ کرنا بلکہ سبقاً سبقاً پڑھنا بہت ضروری ہے انشاء اللہ تعالےٰ تمام اشکالات حل ہوکر اشہاری اور دوکاندار صوفیوں کا مکر صاف نظر آنے لگے گا اور بہت سے ایسے جدید فوائد دیکھنے میں آئینگے جو ابتک نظر سے نہیں گزرے۔ قیمت پانچروپے۔ خریداران الہادی کے واسطے تین روپے۔

بیان الامراء ترجمہ تاریخ الخلفاء

اس زمانہ میں اس کتاب کا مطالعہ بیحد دلچسپی کا موجب ہوگا اس کتاب میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے لیکر ۹۰۳ھ تک خلفاء کے حالات درج کردئے ہیں۔ پس اسکے دیکھنے سے شاندار تاریخ اسلام پر پورا عبور ہوجاتا ہے اور نامور و اولوالعزم خلفائے اسلام کے کارناموں سے واقف ہونیکے بعد خلافت راشدہ و غیر راشدہ کا فرق بھی معلوم ہوجاتا ہی آجکل چونکہ اسلامی سیاسیات کا ذکر اخباروں اور مختلف صحبتوں و جلسوں میں زیادہ رہتا ہی اسلئے واقعات کے متعلق صحیح رائے قائم کرنیکے لئے خلفائے اسلام کے حالات معلوم کرنے ضروری ہیں جسکے لئے بیان الامراء بہترین کتاب ہی ضخامت ۵۱۲ صفحات کاغذ سفید قیمت عے خریداران الہادی کیواسطے عہ

المشتہر:۔ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

از عمدۃ المحققین زبدۃ المفسرین حکیم الامتہ سراج الملۃ حضرت مولٰنا محمد اشرف علی صاحب تھانوی فیوضہم

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا ایک بے بہا خزینہ ہے تمام قرآن شریف مین جو آیتیں مسائل تصوف پر دال ہیں انکی تفسیر ہے اور خطبہ میں اس تفسیر کا معتبر و مستند ہونا دلائل شرعیہ سے بیان فرمایا ہے یہ کتاب حرز جان بنانے کے قابل ہے اسمیں وہ مسائل ہیں جو مدلول قرآنی ہیں کہ ان کو اہل ظاہر بھی تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے اسکے نو جز رسالہ الشیخ میں شائع ہو چکے ہیں ناظرین الشیخ اس سے بخوبی واقف ہین اور الشیخ بند ہونیکے بعد اکثر حضرات نے احقر ہی سے افسوس ظاہر فرمایا ہے باقی مسودہ محفوظ تھا احقر نے حضرت والا مدظلہم سے لیکر اسکو شروع کر دیا اور اب کتابت قریب اختتام پر ہے انشاءاللہ ۲۵ ذیقعدہ تک تیار ہو جاوے گی جن حضرات کو خریدنا ہو وہ نام درج کراوین اسوقت نام درج کرانے والون کو دو روپے آٹھ آنہ مین دیجاوے گی اور تیاری پر تین روپے چار آنہ ہان اسقدر عرض کرنا مناسب ہے چونکہ تعداد بہت تھوڑی رکھی ہے صرف ۵۰۰ نسخے تیار ہونگے اسکی وجہ یہ ہے کہ الشیخ میں جو حصہ شائع ہو چکا ہے وہ صرف اسیقدر موجود ہے اور احقر اسکو ہی پورا کر رہا ہے لہذا نام درج کرانے میں جلدی کرین ورنہ بعد ختم افسوس کرینگے ہان نام درج کراتے وقت آٹھ آنے پیشگی دینے ہونگے اور اسکا تخمینہ ۲۷ جز کا ہے تقطیع ۲۲/۲۹ کاغذ سفید محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا*

المشتہر

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دھلی